المقالة الجليلة في تحقيق الوسيلة

تصنيف لطيف

حضور فيض ملت مفسر اعظم پاکستان

حضرت علامه الحافظ ابو صالح مفتی

محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمۃ اللہ علیہ

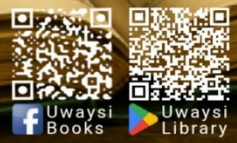

www.faizahmedowaisi.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ، وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَأَوْلِیَاءِ أُمَّتِہٖ وَعُلَمَاءِ مِلَّتِہٖ أَجْمَعِیْنَ۔

أمّا بعد! فاضلِ محترم پروفیسر مولانا محمد حسین صاحب آسی زِیدَ مَجْدُہم سے حکم ملا کہ وسیلہ کے موضوع پر کچھ تحریر کیا جائے تاکہ انوارِ لاثانی کے انوار وفیوضات کے مستحق بن سکوں۔ چنانچہ اس فقیر نے تدریس، تالیف اور تصنیف کی مصروفیات کے باوجود چند لمحات اس مضمون کی تیاری کے لیے وقف کیے۔ بفضلِ خدا چند نشستوں میں یہ مقالہ تیار ہوا۔ اس کا نام "المَقَالَۃُ الجَلِیلَۃُ فِي تَحْقِیقِ الوَسِیلَۃِ" رکھا گیا، اور حسبِ عادت اسے ایک مقدمہ، پانچ ابواب اور ایک خاتمہ پر منقسم (تقسیم) کیا گیا ہے۔ مولیٰ عزوجل اپنے محبوبِ لولاک، سرورِ انبیاء ﷺ کے طفیل اسے قبول فرمائے۔ آمین۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ إِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ، وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی الْحَبِیْبِ الْکَرِیْمِ الرَّؤُوْفِ الرَّحِیْمِ، وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ أَجْمَعِیْنَ.

الفقیر القادری ابوالصالح **محمد فیض احمد اُویسی رضوی** غفرلہٗ

بہاول پور، پاکستان

۱۲ ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ، ۱۳ اگست ۱۹۸۷ء، بروز دوشنبہ مبارک

مقدمہ

اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں، نہ کسی کی اُسے ضرورت ہے؛ ہاں، وہ اپنے محبوب جیسے انبیاءِ کرام (بالخصوص ہمارے نبیِ پاک، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) اور اولیاءِ کرام سے پیار فرماتا ہے۔ اسی لیے، اگر اُسے کسی مجرم و گنہ گار بندے پر ناراضگی ہو تو جب اُس کے حضور کسی محبوب بندے کا نام پیش کیا جائے تو اُس کا غضب رحمت سے بدل جاتا ہے۔ اس لیے ہمارا مسلک ہے کہ انبیاء علیہمُ السّلام اور اولیاءِ کرام رحمۃُ اللہِ علیہم کو دعاؤں میں وسیلہ (ذریعہ، واسطہ) بنانا جائز ہے بلکہ اَولیٰ (بہتر، راجح) ہے؛ جسے اِستِنفاع (شفاعت)، اِمداد (اعانت)، اِستِغاثہ (فریاد رسی) و دیگر ایسے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن بعض بدقسمت گروہ ایسے بھی ہیں کہ انبیاء و اولیاء (علیٰ نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمُ السَّلام) کے وسیلہ کو شرک کہتے ہیں؛ فقیر اسے احادیث کے علاوہ اقوالِ اسلاف (بزرگانِ دین کے اقوال) سے ثابت کرتا ہے۔

باب (۱): قرآنی آیات

(۱) "یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَیْهِ الْوَسِیلَةَ" (سورۃ المائدہ، آیت ۳۵)

ترجمہ: اے ایمان والو، ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔

(۲) "وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِیمًا" (سورۃ النساء، آیت ۶۴)

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں، پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول اس کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بارگاہِ الٰہی میں رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ اور آپ کی شفاعت نجات کا اعلیٰ ذریعہ ہے۔ سیدِ عالم ﷺ کے وصالِ شریف کے بعد ایک اعرابی روضۂ اقدس پر حاضر ہوا، اور روضۂ شریف کی خاکِ پاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا: یارسول اللہ! جو آپ نے فرمایا ہم نے سنا، اور جو آپ پر نازل ہوا اس میں یہ آیت بھی ہے: "وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ" میں نے بے شک جان پر ظلم کیا، اور میں آپ کے حضور میں اللہ سے گناہ کی بخشش چاہنے حاضر ہوا، تو میرے رب سے میرے گناہ کی بخشش کر۔ اس پر روضۂ اطہر کے اندر سے ندا آئی کہ تیری بخشش کی گئی۔[1] (مدارک وغیرہ)

اس سے چند مسائل معلوم ہوئے:

(۱) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں غرضِ حاجت کے لیے اس کے مقبولوں کو وسیلہ بنانا ذریعۂ کامیابی ہے۔

(۲) کسی کامل کی قبر پر حاجت کے لئے جانا بھی "جَاءُوكَ" (النساء:64) میں داخل اور خیرُ القرون کا معمول ہے؟

(۳) بعدِ وفات مقبولانِ حق کو "یا" کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے۔

(۴) مقبولانِ حق مدد فرماتے ہیں، اور ان کی دعا سے حاجت روائی ہوتی ہے۔ نظامِ عالم (دنیا کے نظم) کے مشاہدہ سے یہ بات ظاہر ہے کہ کائنات کے باہمی نظم و نسق کو قائم رکھنے کے لیے خدا تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے منتخب ہستیوں کو کئی ایک خصوصی اختیارات دے رکھے ہیں، جیسا کہ ہر بادشاہ نے اپنی حدودِ مملکت میں نظم و نسق چلانے کے لیے حُکام مقرر کر دیئے ہیں، اور رعایا کو فرد کے لیے ضروری قرار دیا ہے کہ اسے اگر کوئی ضرورت یا تکلیف پیش آئے تو متعلقہ حاکم کی طرف رجوع کرے۔ مثلاً چوری ہو جائے تو تھانیدار کے پاس جا کر فریاد کرے، یا کوئی اہم معاملہ ہو تو ڈپٹی کمشنر یا وزیرِ اعلیٰ کے پاس پہنچ کر عرض کرے، وہ اس کی تکلیف کا ازالہ کر دیں گے۔ یہ ہے وہ بادشاہ کی مرضی و منشا۔

اب اگر کوئی شخص کہے کہ میں تھانیدار صاحب یا ڈپٹی کمشنر کے پاس کیوں جاؤں، جب کہ بادشاہ موجود ہے اور تمام اختیارات کا مالک ہے، تو ہم اسے یہی کہیں گے کہ یہ بے وقوف یا باغی ہے جو بادشاہ کے ضابطہ کی خلاف ورزی کر رہا ہے اور اس کی منشا کے خلاف چل رہا ہے۔ اب اس مثال کے دوسرے پہلو پر غور فرمایئے کہ جو شخص تھانیدار یا ڈپٹی کمشنر کے پاس جاتے ہوئے یہ سمجھے کہ یہی میرا بادشاہ ہے اور سب کچھ اس کے اختیار میں ہے، تو وہ بھی پاگل قرار دیا جائے گا؛ کیونکہ بادشاہ کی سلطنت میں اس نے ایک اور بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اس مثال کو ذہن میں رکھنے کے بعد اس آیتِ کریم کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے اور سلیمُ الفطرت انسان کے لیے کوئی الجھن باقی نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا" (سورۃ النساء، آیت ۶۴)

آیتِ مذکورہ بالا سے یہ بات ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ بادشاہِ حقیقی کی سلطنت میں حضور ﷺ کا مقام بلند ترین اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ گویا آپ کی ذاتِ پاک اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں مختارِ کل (کلی اختیار والے) ہے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو خصوصی اختیارات سے نوازا ہے، اور مشیتِ ایزدی (الٰہی ارادہ) ہے کہ میرے بندے جب قصور کریں تو سیدھے میرے محبوب کے درِ اقدس پر حاضر ہوں اور وہاں آ کر اپنا استغاثہ (فریاد) دائر کریں؛ تو پھر اگر میرے محبوب بھی ان کی سفارش فرما دیں تو یقیناً وہ اپنے بادشاہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحیم پائیں گے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا:

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا

---

[1] (تفسير النسفي = مدارك التنزيل وحقائق التأويل، النساء: 64، 1/ 370، دار الكلم الطيب، بيروت، الطبعة: الأولى، ١٤١٩ هـ - ١٩٩٨ م)

(۳)"وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا"(سورۃ البقرۃ،آیت ۸۹)

ترجمہ: اوراس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلۂ جلیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضور ﷺ کی بعثت اور قرآنِ کریم کے نزول سے قبل یہود اپنے حاجات کے لیے حضور ﷺ کے نام پاک کے وسیلہ سے دعا کرتے اور کامیاب ہوتے تھے،اور اسی طرح دعا کرتے:"اللَّهُمَّ افْتَحْ عَلَيْنَا وَانْصُرْنَا بِالنَّبِيِّ الْأُمِّيِّ."[2](تفسیر خازن، تفسیر مظہری وغیرہ)

یعنی یارب! ہمیں نبیِ امی کے صدقہ میں فتح ونصرت عطا فرما۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مقبولانِ حق خداوند تعالیٰ کے وسیلۂ جلیلہ سے دعا قبول ہوتی ہے،اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ سے قبل جہاں میں حضور ﷺ کی تشریف آوری کا شہرہ تھا؛اس وقت بھی آنجناب ﷺ کے وسیلہ سے خلق کی حاجت روائی ہوتی تھی۔

(۴)"وَإِن تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ"(سورۃ التحریم،آیت ۴)

ترجمہ: اوراگر ان پر زور باندھو تو بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

فائدہ: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے ازواجِ مطہرات کو تنبیہ فرمائی ہے کہ اگر تم میرے محبوب ﷺ کے خلاف ایک دوسری کی مدد کروگی تو یاد رکھو،آپ کی مدد کرنے والی بہت بڑی جماعت ہے؛سب سے پہلے اللہ مددگار ہے،پھر جبرئیل علیہ السلام،پھر جتنے صالحین(نیک لوگ) زمانۂ ماضی،حال یا مستقبل میں ہوں،اور اس کے بعد تمام ملائکہ بھی آپ کے مددگار ہیں۔صالحُ المؤمنین(نیک مومن) جو موجود تھے،ان کے علاوہ باقی جن پر صالح المؤمنین کا لفظ صادق آسکتا ہے جو"وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط"(سورۃ آلِ عمران آیت ۸۱) میں "وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط" سے ثابت ہے،اور اللہ تعالیٰ بھی،جبرئیل علیہ السلام بھی،اور ملائکہ کی مدد بھی آپ کو غائبانہ(پوشیدہ طور پر) پہنچتی ہے، جو آیت سے صراحتاً(واضح طور پر) ثابت ہے،اور لفظ"ظَهِيرٌ"فعیل کے وزن پر ہونے کی وجہ سے ان تمام کی جماعت ہر وقت آپ کی مدد ومعاون ہے۔

(۵)"إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ وَمَن يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ"(سورۃ المائدہ،آیات ۵۵-۵۶)

ترجمہ: تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔

فائدہ: اس آیتِ کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ بھی،اس کے رسول ﷺ بھی،اور اولیاء اکرام بھی امداد کرتے ہیں؛اور جو شخص ان سے فریاد(مدد طلب) کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق یہ تمام گروہ کامیابی کا باعث بنتے ہیں۔مُستغیث(مدد مانگنے والے) کو ان کی طرف سے کمزوری نظر نہیں آتی،کیونکہ یہ گروہ تمام ہی غلبے والے ہیں،اور ان کا مستغیث کبھی مغلوب نہیں ہو سکتا۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:"نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ"(سورۃ فصلت،آیت ۳۱)

---

[2] (تفسير الرازي = مفاتيح الغيب أو التفسير الكبير، سورة البقرة : آية 89، 3/ 598، دار إحياء التراث العربي – بيروت، الطبعة: الثالثة – 1420هـ)

تفسیرِ مظہری کے الفاظ یہ ہیں: اللَّهُمَّ انْصُرْنَا عَلَيْهِمْ بِالنَّبِيِّ الْمَبْعُوثِ فِي آخِرِ الزَّمَانِ.(التفسير المظهري، سورة البقرة : آية 89، 1/ 94، مكتبة الرشدية – الباكستان، الطبعة: 1412 هـ)

فائدہ: معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ بھی مدد گار ہے اور مسلمان بھی آپس میں ایک دوسرے کے؛ مگر رب تعالیٰ بالذات (اصالتاً) مدد گار ہے اور یہ بعطائے رب (اللہ کے عطا سے)۔

(۶) "قَالَ إِنَّمَآ أَنَا۠ رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَٰمًا زَكِيًّا" (سورۃ مریم، آیت ۱۹)

ترجمہ: بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔

(۷) "أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِن فَضْلِهِ" (سورہ توبہ: آیت ۷۴) **ترجمہ:** ان کو اللہ اور رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ ہمارے آقا و مولی سرکارِ مدینہ ﷺ فقیروں کو بھی غنی کرتے ہیں، لیکن بعطائے ربِّ کریم (اللہ کے عطا سے)۔

(۸) "وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ" (سورۃ التوبہ، آیت ۵۹)

ترجمہ: اور کیا اچھا ہوتا کہ اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور رسول نے ان کو دیا ہے اور کہتے کہ اللہ ہم کو کافی ہے، اب ہم کو اللہ اپنے فضل سے اور رسول دیں گے۔

معلوم ہوا کہ ہمارے حضور ﷺ اللہ کے فضل و کرم سے دیتے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے مال و اولاد اور عزت دی ہے، تو صحیح ہے، لیکن مقصد وہی ہوگا کہ یہ حضرات حکومتِ الٰہیہ کے حکام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا ہے اور یہ ہمیں دیتے ہیں۔

(۹) "وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ" (سورۃ المائدہ، آیت ۲)

ترجمہ: اور مدد کرو تم اوپر نیکی اور پرہیز گاری کے، اور نہ مدد کرو تم گناہ اور ظلم پر، اور اللہ سے ڈرو، اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔

موضح القرآن: "وَتَعَاوَنُوا" باب تفاعل سے جو مشارکت کے لیے آتا ہے، یعنی آپس میں باہم ایک دوسرے کی مدد کرنا، باقی رہا مدد طلب کرنا۔

(۱۰) "وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ" (سورۃ البقرہ، آیت ۴۵) سے ثابت ہے کہ "اسْتَعِينُوا" امر ہے باب استفعال سے، جس کا خاصہ طلب کرنا ہے، یعنی مدد طلب کیا کرو، ساتھ صبر اور نماز۔ صبر اور نماز دونوں بندے کے فعل ہیں، پس بوسیلۂ مخلوق بادشاہِ باری تعالیٰ استعانت مامور بہا ہوگئی۔ کیونکہ بحکمِ خدا "وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ" (سورۃ الصافات، آیت ۹۶) بندوں کے افعال بھی مخلوق ہیں۔ یا یاجوج ماجوج کی آمد و رفت بند کرنے کے لیے حضرت سکندر ذوالقرنین سے عرض کی گئی، جس کے جواب میں آپ نے کہا: "أَعِينُونِي بِقُوَّةٍ" (سورۃ الکہف، آیت ۹۵) یعنی مجھے اپنی قوت کے لحاظ سے مدد دو۔ پھر انہوں نے دو پہاڑوں کے درمیان زمین کو پانی کی گہرائی تک کھودا اور دیوار کی بنیاد رکھی، جسے سدِّ سکندری کہتے ہیں۔ اس سے مدد مانگنا اور مدد دینا دونوں ثابت ہو جاتی ہیں۔

(۱۱) "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ" (سورۃ الصف، آیت ۱۴)

ترجمہ: اے ایمان والو دین خدا کے مدد گار ہو جیسے عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کون ہے جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کریں حواری بولے ہم دین خدا کے مدد گار ہیں اس راہ میں ہم مدد کرنے والے زمین اللہ کے ہیں۔

موضح القرآن: آیتِ مذکورہ میں حق تعالیٰ نے حضور ﷺ کی عظمت و شان کے لیے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے مدد گار بنو یعنی حضور ﷺ کی مدد کرنے کو اپنی مدد کہا، اور انصار کی طرح نہ کہا؛ یہاں مدد کرنا اور مدد مانگنا دونوں منصوص ہیں۔

(۱۲)"وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي ○ هَارُونَ أَخِي ○ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ○ وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي "(سورۃطٰہٰ،آیات۲۹–۳۲)

ترجمہ: اور میرے لئے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر کردے۔ وہ کون میرا بھائی ہارون۔ اس سے میری کمر مضبوط کر۔ اور اسے میرے کام میں شریک کر۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ مدد مانگنا اور مدد کرنا شرک نہیں، ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا نہ کرتے کہ میرے بھائی کو میرا مددگار بنا۔

(۱۳)"هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ "(سورۃالأنفال،آیت ۶۲–۶۳)

ترجمہ: وہی ہے جس نے تمہیں زور دیا اپنی مدد کا اور مسلمانوں کا۔ اور ان کے دلوں میں میل کر دیا۔

ان جملہ آیات سے معلوم ہوا کہ انبیا علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ سے مدد مانگنا اور ان کو صاحب رد جاننا شرک نہیں بلکہ قانونِ اسلامی اور منشاء الٰہی کے مطابق ہے۔ ان آیات کے علاوہ بھی متعدد آیات میں مدد مانگنے اور مدد دینے کا ثبوت۔

(۱۴)"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ"

(سورۃالممتحنہ،آیت ۱۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! جس قوم پر اللہ نے غضب کیا ہے تم ان سے دوستی نہ کرو کہ وہ آخرت سے بے امید ہو چکے ہیں، جیسا کہ کفار قبروں والوں سے آس توڑ بیٹھے ہیں۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ اہلِ قُبور سے بھی ناامید نہ ہونا چاہئے، چہ جائیکہ زندہ اولیاء کرام رحمہم اللہ سے۔ اس آیت کی مزید تفصیل و تشریح فقیر کی "تفسیرِ اُویسی" میں دیکھئے، بقدر ضرورت مختصراً ملاحظہ ہو۔

اہلِ قبور کی زندگی

موت مٹنے کا نام نہیں قلب مکانی (جگہ کی تبدیلی) کا نام ہے، اسے برزخی زندگی کہا جاتا ہے، جیسے یہاں کی زندگی کا نام دنیوی زندگی ہے۔ ہر ایک زندگی کے علیحدہ علیحدہ احکام ہیں، جس کی تفصیل علم الکلام میں ہے۔ ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے، اس سے مسئلہ سمجھنا آسان ہو جائے گا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃاللہ علیہ کے نزدیک مسلم علمائے راسخین میں سے ہیں۔ انفاس العارفین، ص ۴۵ میں تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت ایشاں در قصبہ ڈاسنہ بزیارت مخدوم الہ دیا رفتہ بودند شب ہنگام بود دراں محل فرمودند مخدوم ضیافت مامی کنند ومی گویند چیزے خوردہ روید توقف کردند تا آنکہ اثر مردم منقطع شد وملال برایاراں غالب آمدآنگاہ زنے بیامد طبق برنج و شیرینی برسر و گفت نذرکردہ بودم کہ اگر زوج من بیاید ہماں ساعت ایں طعام پختہ نشیندگان درگاہ مخدوم الہ دیا رسانم دریں وقت آمد ایفائے نذرکردم۔"[3]

یعنی حضرت والد ماجد رحمۃاللہ علیہ قصبہ ڈاسنہ میں مخدوم اللہ دیا کی زیارت کو گئے، رات کا وقت تھا، اس جگہ فرمایا کہ مخدوم ہماری ضیافت کرتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ کچھ کھا کر جانا۔ حضرت نے توقف فرمایا، یہاں تک کہ آدمیوں کا نشان منقطع ہو گیا، ساتھی اُکتا گئے۔ اس وقت ایک عورت اپنے سر پر چاول اور شیرینی کا

[3] (فتاوی رضویہ جدید، بابُ النّذر، (نذر کا بیان)، 606/13، رضا فاؤنڈیشن مرکز الاولیاء)

طبق لئے ہوئے آئی اور کہا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ جس وقت میرا خاوند آئے گا، اس وقت یہ کھانا پکا کر مخدوم اللہ دیار حمۃ اللہ علیہ کے دربار میں بیٹھنے والوں کو پہنچاؤں گی، وہ اسی وقت آیا، میں نے اپنی نذر پوری کی۔

باب (۲): اَحادیثِ مُبارکہ اور اَقوال واَحوالِ صَحابۂ کِرام رضی اللہ عنہم

اِس باب میں اَحادیثِ مُبارکہ اور اَقوال واَحوالِ صَحابۂ کِرام رضی اللہ عنہم ہوں گے۔

حدیثِ غار نمبر: مروی ہے کہ تین شَخص سفر میں جارہے تھے، راستے میں بارش شروع ہوگئی، وہ بارش سے بچنے کے لیے ایک غار میں جا گھُسے۔ اَمرِ رَبّی ایسا ہوا کہ غار کا مُنہ بند ہوگیا۔ اب وہ بڑے پریشان ہوئے کہ کیا کیا جائے؟ آخر ایک تجویز سوچی کہ ہم اپنا اپنا کوئی نیک عمل بارگاہِ اِلٰہی میں پیش کریں، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ منظور فرماتے ہوئے اِس مصیبت سے نجات عنایت فرمائے۔

ایک نے کہا: یااللہ! ایک دفعہ سخت قحط سالی ہوئی، غلّہ کی بہت کمی ہوگئی تھی تو میرے پاس چچازاد بہن آئی اور کھانے کا سامان مانگا تو میں نے نفسانی خواہش کا اظہار کیا، جس پر وہ آمادہ ہوگئی تو میں برا فعل کرنے والا ہی تھا کہ تیرا خوف دل میں آگیا اور تیری رضا کے لیے میں نے برا ارادہ ترک کردیا تھا۔ یااِلٰہی! اگر وہ میرا عمل تجھے منظور ہے تو اِس مصیبت سے نجات فرما۔ اُس نے دعا ختم کی، غار کے مُنہ سے تھوڑا سا پتھر ہٹ گیا۔

دوسرے نے کہا کہ یااِلٰہی! میں بھیڑیں بکریاں چرایا کرتا تھا، جب جنگل سے واپس آتا تو اُن کا دودھ اپنے والدین کو پلاتا۔ ایک دن میں شام کو دیر سے واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے والدین نیند کررہے ہیں اور بال بچے بھوک کی وجہ سے تڑپ رہے تھے۔ میں نے مناسب نہ سمجھا کہ بال بچوں کو دودھ پلاؤں کیونکہ میرے والدین بھوک کی حالت میں سورہے تھے اور والدین کو بھی جگانا مناسب نہ سمجھا، اور میں دودھ کا پیالہ لے کر والدین کے سرہانے کھڑا ہوگیا۔ جب والدین نیند سے بیدار ہوئے تو میں نے دودھ پلایا۔ یااِلٰہَ العالَمین! اگر تجھے میرا یہ عمل منظور ہے تو اِس مصیبت سے نجات عنایت فرما۔ اُس کی دعا ختم ہوئی، غار کا تھوڑا سا پتھر اور ہٹ گیا۔

تیسرے نے عرض کیا: اے اللہ! میں نے ایک مکان بنوانا شروع کیا، ایک مزدور جو میری مزدوری کرتا تھا، اُس کی مزدوری ختم ہونے پر میں نے اُسے جوار کے دانے دیے۔ اُس نے کہا یہ تھوڑے ہیں، میں نہیں لیتا۔ وہ بغیر مزدوری لیے چلا گیا اور میں نے وہ دانے زمین پر بو دیے۔ اُس سال بہت دانے ہوئے، یہاں تک کہ میں نے وہ دانے بیچ کر کافی بکریاں خریدیں اور بکریوں کے نفع سے اُونٹ خریدے، میرے پاس کافی مال مویشی ہوگئے۔ کئی سال کے بعد وہ مزدور آیا، اُس نے کہا کہ میری مزدوری جو تھوڑے سے دانے ہیں دے دو کیونکہ میں سخت بھوکا ہوں۔ میں نے کہا یہ سب مال تیرا ہے، یہ لے جا۔ مزدور نے کہا کہ میرے ساتھ مذاق نہ کرو، میرے دانے دے دو، مجھے مال مویشی کی ضرورت نہیں۔ پھر میں نے کہا کہ میں مذاق نہیں کرتا بلکہ سچ ہے کہ یہ سب مال مویشی آپ کے ہی ہیں۔ مزدور کو میں نے پورا حال سنایا، پھر اُس نے مال مویشی لے لیے۔ یااِلٰہی! اگر میرا یہ عمل تجھے منظور ہے تو اُس کے صدقے میرے گناہ بخش کر غار کا مُنہ کھول دے۔ اُس کا یہ کہنا ہی تھا کہ غار کا مُنہ سارے کا سارا کھل گیا۔[4] (بخاری ومسلم ومشکوۃ)

---

[4] (صحيح البخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب حديث الغار، 3/ 1279، الحديث3278، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ/ 1993م)

(صحيح مسلم، كتاب الرقاق، باب قصة أصحاب الغار الثلاثة والتوسل بصالح الأعمال، 4/ 2099، الحديث2743، دار إحياء الكتب العربية)

(مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثالث، 3/ 1380، الحديث 4938-(28)، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

اِس حدیث سے ثابت ہوا کہ بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ کو بڑی شان حاصل ہے۔ بعض عقل کے اندھوں نے کہا ہے کہ اَعمالِ صالحہ تو وسیلہ بن سکتے ہیں، صاحبِ اعمال کی کوئی رسائی نہیں۔ جہالت کا بھی کوئی علاج ہے کہ اَعمال اَعراض[5] ہیں جو صاحبِ اعمال کے وجود کے محتاج ہیں۔ کتنی عقلی کمزوری ہے کہ بے بسوں کو تو وسیلہ مانیں لیکن وہ بندۂ خدا جو مظہرِ اَنوارِ رَبّانی ہے، اُس کا اِنکار؟

حدیث نمبر ۲: حضرت اَبو درداء رضی اللہ عنہ حضرت اُمُّ المؤمنین عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ بی بی صاحبہ نے فرمایا کہ ایک سال مدینہ منورہ میں قحط پڑ گیا اور چند لوگ میرے پاس آئے (کیونکہ جب بیٹوں کو کوئی تکلیف پہنچے تو اپنی ماں کے پاس جاتے ہیں، لیکن قربان جاؤں اُس ماں پر جو تمام جہان والوں کو آرام پہنچاتی ہیں)۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ قحط کی وجہ سے لوگ درختوں کے پتے اور چھلکے کھا رہے ہیں، آپ کوئی دعا فرمائیں تاکہ اللہ تعالیٰ بارش فرمادے۔ حضرت اُمُّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے روضۂ اَقدس کی چھت میں روشن دان بنا دیں۔ صحابہ کرام نے روضۂ اَقدس کی چھت میں روشن دان بنا دیا۔ جوں ہی صحابہ کرام فارغ ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آسمان پر بادل چھا گئے اور اُس قدر بارش ہوئی کہ تمام مدینہ منورہ سیراب ہو گیا، اور اُس سال اتنے باغات لگے کہ پہلے کبھی نہیں لگے تھے، لوگوں نے اپنی زندگی خوشحالی سے گزاری۔[6] (مشکوٰۃ شریف)

فائدہ: معلوم ہوا کہ وسیلہ جائز ہے، ناجائز نہیں، کیونکہ اگر وسیلہ ناجائز ہوتا تو بی بی صاحبہ صحابہ کرام کو فرماتیں کہ میرے پاس کیوں آئے ہو، بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو۔ ایسا نہیں فرمایا بلکہ صحابہ کرام کو روضۂ اَقدس کی حاضری دلوا کر یہ ثابت کر دیا کہ وسیلہ جائز ہے۔ حالانکہ بی بی صاحبہ حدیثِ استسقاء پر عمل کرتیں اور یہ نیا عمل، جس کا ثبوت نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں، کیوں کرتیں؟ لیکن قبرِ اَنور پر حاضری کا حکم فرما کر اہلِ اسلام کو اِس خطرے سے بچا لیا کہ قبور پر جا کر مشکلات حل کرانا بھی اسلام ہے۔

حدیث نمبر ۳: حضرت راجِز اَسْلَمی رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے مدینۂ پاک کی طرف جا رہے تھے کہ کفار نے گھیرا کر لیا۔ حضرت راجِز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چند تیر تھے جو ختم ہو گئے، کفار نے پکڑ لیا۔ آپ نے عرض کیا: " أَغِثْنِي يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ.!" تو حضور ﷺ نے حضرت میمونہ بنتِ حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سے لبیک فرمایا اور فرمایا: "نُصِرْتُ"۔ جب حضرت راجِز رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ آئے تو پوچھنے پر فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے لبیک سے جواب دیا اور میری مدد فرمائی۔[7] (کنز العمال ملخصاً)

فائدہ: معلوم ہوا کہ ایک صحابی کا عقیدہ تھا کہ اگر میں حضور ﷺ کو پکاروں تو میری پکار سن کر آپ ﷺ میری مدد فرمائیں گے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ جو شخص آنحضرت ﷺ کو مدد کے لیے پکارے، تو آپ ﷺ اس کی پکار سن کر مدد فرماتے ہیں۔ اگر پکارنا اور مدد مانگنا شرک ہوتا تو صحابی رسول یہ فعل قطعاً نہ کرتے اور حضور ﷺ ان کی مدد نہ فرماتے، بلکہ یوں فرماتے کہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو۔ ایسا نہیں فرمایا بلکہ اپنے صحابی کی مدد فرما کر کفار سے نجات دلا دی۔

---

5) (وہ اوصاف جو قائم بالذات نہیں ہوتے بلکہ کسی وجود کے ساتھ قائم ہوتے ہیں۔)(نوری)

6) (مشكاة المصابيح، كتاب الفضائل والشمائل، باب الكرامات، الفصل الثاني، 3/ 1676، الحديث 5950-(7)، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

7) (المعجم الكبير للطبراني، مسند النساء، ذكر أزواج رسول الله صلى الله عليه وسلم، ميمونة بنت الحارث، علي بن الحسين عن ميمونة، 23/ 434، الحديث1052، مكتبة ابن تيمية – القاهرة، الطبعة: الثانية)

حدیث نمبر ۴: حضرت ربیعہ بن کعب اَسْلَمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بروایت مسلم ہے کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: «سَلْ» فَقُلْتُ: أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ. قَالَ: «أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ؟» قُلْتُ: هُوَ ذَاكَ. قَالَ: «فَأَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ». [8]

یعنی کچھ مانگ لو۔ میں نے عرض کیا کہ میں آپ سے جنت میں آپ کی ہمراہی مانگتا ہوں۔ فرمایا: کچھ اور مانگنا ہے؟ میں نے کہا: صرف۔ پھر فرمایا کہ زیادہ سجدوں کے ساتھ میری مدد کرو۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ربیعہ نے حضور ﷺ سے جنت مانگی تو آپ ﷺ نے یہ نہ فرمایا کہ تم نے خدا کے سوا مجھ سے جنت مانگی، تم مشرک ہو گئے، بلکہ فرمایا کہ منظور ہے۔ اور کچھ بھی مانگو، یہ غیر خدا سے مانگنا نہیں۔ بلکہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: "اے ربیعہ! تم بھی سجدوں میں میری مدد کرو، زیادہ نوافل پڑھا کرو"۔ یہ بھی غیر اللہ سے طلبِ مدد نہیں، بلکہ اللہ کے حکم اور حضور ﷺ کی بارگاہ کے ذریعے ہے۔

سوال کو مطلق فرمانے سے کہ فرمایا "کچھ مانگ لو" کسی خاص چیز سے مقید نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ سارا معاملہ حضور ﷺ کے ہاتھ کریمانہ میں ہے، جو چاہیں اپنے رب کے حکم سے دے دیں، کیونکہ دنیا و آخرت آپ ہی کی سخاوت سے ہے۔ اگر دنیا و آخرت کی خیر چاہتے ہو تو نبی ﷺ کے آستانے پر آؤ اور جو چاہو جتنا چاہو طلب کرو۔ [9] (کذا قال شاہ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ فی أشعۃ اللّمعات تحت حدیث ربیعہ)

حدیث نمبر ۵: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کی، جیسے دلائل النبوۃ صفحہ ۴۹۶ میں مذکور ہے: " عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَرَجَ يَسْتَسْقِي، وَخَرَجَ بِالْعَبَّاسِ مَعَهُ يَسْتَسْقِي بِهِ، وَيَقُولُ: اللَّهُمَّ كُنَّا إِذَا قَحَطْنَا عَلَى عَهْدِ نَبِيِّنَا تَوَسَّلْنَا بِنَبِيِّنَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّكَ فَاسْقِنَا، فَسُقُوا. "[10]

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارش طلب کرنے کے لیے مدینہ شریف سے باہر نکلے اور حضرت عبّاس کو ساتھ لیا اور دعا میں کہتے تھے کہ اے اللہ! جب ہم قحط میں مبتلا ہوتے تو تیرے نبی ﷺ ہمارے وسیلہ ہوتے، اب ہم تیرے نبی علیہ السلام کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۶: حضور نبی پاک ﷺ نے نابینا کو حکم دیا کہ نماز پڑھنے کے بعد یوں دعا مانگے: " اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، إِنِّي تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِتُقْضَى لِي، اللَّهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ. "[11] (بیہقی، ترمذی وغیرھما)

یعنی یاالٰہی! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں، بوسیلہ حضرت محمد ﷺ جو نبیُّ الرحمۃ ہیں۔ یارسول اللہ! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اِس حاجت میں توجہ کرتا ہوں، تاکہ میری حاجت روائی ہو۔ یااللہ! انہیں میرا شفیع بنا اور ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

---

[8] (صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب فضل السجود والحث عليه، 1/ 353، الحديث489، دار إحياء الكتب العربية)

(مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب السجود وفضل، الفصل الأول، 1/ 281، الحديث 896-(10)، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

[9] (اشعۃ اللمعات شرح مشکاۃ [مترجم]، کتاب الصلاۃ، باب السجود وفضل، الفصل الأول، 247/2، فرید بک سٹال، اردو بازار لاہور، 1403م/1983ء)

[10] (دلائل النبوة لأبي نعيم، الفصل الثامن والعشرون ما وقع من الآيات بوفاته صلى الله عليه وسلم، إجابة الدعوة، 2/ 567، الحديث511، دار النفائس، سنة النشر: 1406 هـ - 1986 م)

[11] (سنن الترمذي، كتاب الدعوات، باب في دعاء الضيف، 5/ 531، الحديث3578، دار الكتب العلمية)

(دلائل النبوة للبيهقي، جماع أبواب دعوات نبينا صلى الله عليه وسلم المستجابة في الأطعمة والأشربة، باب ما في تعليمه الضرير ما كان فيه شفاؤه حين لم يصبر، 6/ 168، الحديث3578، دار الكتب العلمية، سنة النشر: 1408 هـ - 1988 م)

اِس حدیث کو امام ترمذی نے حسن غریب صحیح کہااور طبرانی و بیہقی نے صحیح،اور حاکم نے بر شرط بخاری و مسلم صحیح کہا۔ حدیثِ مقدس میں حضور ﷺ سے استعانت (مدد طلب کرنا) اور التجاء (فریاد کرنا) کے علاوہ ندا (پکارنے) کا ثبوت بھی ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: " إِذَا أَضَلَّ أَحَدُكُمْ شَيْئًا أَوْ أَرَادَ أَحَدُكُمْ عَوْنًا وَهُوَ بِأَرْضٍ لَيْسَ بِهَا أَنِيسٌ، فَلْيَقُلْ: يَا عِبَادَ اللهِ أَغِيثُونِي، يَا عِبَادَ اللهِ أَغِيثُونِي، فَإِنَّ لله عِبَادًا لَا نَرَاهُمْ. " [12]

یعنی جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور وہ مدد چاہے مگر وہ ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں، تو اسے کہنا چاہیے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جن کو تم نہیں دیکھتے، وہ اس کی مدد کریں گے۔

بیہقی نے حضرت اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آیا آپ کے وسیلہ سے طلبِ باراں کے لیے اور چند اشعار پڑھے کہ أَتَيْنَاكَ وَالْعَذْرَاءُ يَدْمِي لِبَانُهَا... وَقَدْ شَغَلَتْ أُمَّ الصَّبِيِّ عَنِ الطِّفْلِ. [13]

یعنی ہم آپ کے دربار میں حاضر ہوئے ہیں، دراں حالیکہ کنواری عورتوں کے سینوں سے خون بہہ رہا ہے اور مائیں بچوں سے غافل ہو گئی ہیں۔

پھر یہ شعر پڑھا: وَلَيْسَ لَنَا إِلَّا إِلَيْكَ فِرَارُنَا... وَأَيْنَ فِرَارُ النَّاسِ إِلَّا إِلَى الرُّسُلِ.

یعنی اور ہمیں بجز آپ کے پاس آنے کے دوسرا کوئی ٹھکانا نہیں ہے، اور اللہ کی مخلوق کا ٹھکانا رسولوں کے پاس جانے کے سوا اور کہاں ہے؟

فائدہ: یہ شعر سن کر حضور ﷺ نے اسے منع نہیں فرمایا بلکہ حضرت اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب وہ اعرابی اشعار پڑھ چکا تو حضور علیہ السلام اپنی چادر سنبھالتے ہوئے منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ پڑھا اور ان کے لیے دعا کی، اور دعا میں مشغول رہے یہاں تک کہ آسمان سے مینہ برسنے لگا اور آپ منبر پر ہی تشریف فرما تھے۔ [14]

اور صحیح بخاری میں ہے کہ جب اعرابی آیا اور نبی ﷺ سے قحط کی شکایت کی تو آپ نے دعا فرمائی تو اسی وقت آسمان سے مینہ برسنے لگا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: اگر ابو طالب زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ کون ہے جو ان کا قول مجھے پڑھ کر سنائے؟ بس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! شاید آپ نے ان کے اس قول کی طرف ارادہ فرمایا ہے:

وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ، ثِمَالُ الْيَتَامَى، عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ. [15]

یعنی وہ سفید چہرے والے (روشن و منوّر رُخسار والے) جن کے چہرۂ مبارک کے وسیلہ سے بادل طلبِ باراں کرتے ہیں، جو یتیموں کا سہارا (مددگار) اور بیواؤں کے محافظ ہیں۔

---

[12] (المعجم الكبير للطبراني، باب العين، ما أسند عتبة بن غزوان، 17/ 117، الحديث490، مكتبة ابن تيمية – القاهرة، الطبعة: الثانية)

[13] (دلائل النبوة للبيهقي، جماع أبواب دعوات نبينا صلى الله عليه وسلم المستجابة في الأطعمة والأشربة، باب استسقاء النبي صلى الله عليه وسلم وإجابة الله تعالى إياه في سقياه، 6/ 141، دار الكتب العلمية، سنة النشر: 1408 هـ – 1988 م)

(المعجم الكبير، الأحاديث الطوال، حديث أنس رضي الله عنه في الاستسقاء، 25/ 244، الحديث28، مكتبة ابن تيمية – القاهرة، الطبعة: الثانية)

[14] (دلائل النبوة للبيهقي، جماع أبواب دعوات نبينا صلى الله عليه وسلم المستجابة في الأطعمة والأشربة، باب استسقاء النبي صلى الله عليه وسلم وإجابة الله تعالى إياه في سقياه، 6/ 141، دار الكتب العلمية، سنة النشر: 1408 هـ – 1988 م)

[15] (صحيح البخاري، كتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الإمام الاستسقاء إذا قحطوا، 1/ 342، الحديث963، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ/ 1993م)

یہ سن کر آنحضرت ﷺ کا چہرۂ مبارک بشاش ہو گیا اور اس بیت کے پڑھنے سے منع نہیں فرمایا، اور نہ اُن کے اس قول سے کہ چہرۂ مبارک کے وسیلہ سے بدلی سے طلبِ باراں کی جائے۔ اگر اس میں شرک ہوتا تو آپ ﷺ اس سے منع فرماتے اور اس کے پڑھنے کی اجازت نہ دیتے۔

حدیث نمبر ۹: جب حضور ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض فرمائیں، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر پانچ رہ گئیں۔ آخر یہ کیوں؟ اس لیے کہ مخلوق کو معلوم ہو کہ نمازیں تو پچاس تھیں، اب پانچ رہ گئی ہیں۔ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد شامل ہے۔[16]

باب (۳): اقوالِ علماء و مشائخ

علماء و مشائخ کے اقوال، جن پر تمام امتِ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اعتماد ہے۔

(۱) حُجَّۃُ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " كُلُّ مَنْ يَسْتَمِدُّ بِهِ فِي حَيَاتِهِ يَسْتَمِدُّ بِهِ بَعْدَ وَفَاتِهِ. "[17] (حاشیہ مشکوٰۃ شریف، ص ۱۵۴)

یعنی جس سے زندگی میں مدد طلب کی جاتی ہو، اس سے اُن کی وفات کے بعد بھی مدد طلب کی جاسکتی ہے۔

(۲) شیخ محقق محمد عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بڑی عجیب و غریب تقریر فرماتے ہیں:

"یکے از مشائخ پرسیدند که امداد میت قوي تر است؟ پس شیخ گفت: نعم"[18] (أشعۃ اللمعات)

(۳) حضرت شیخ محمد عبد الحق صاحب أشعۃ اللمعات میں بحوالہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"هر که استمداد کرده شود بوي در حیات، استمداد کرده مي شود بعد از وفات نیز۔ یکے از مشائخ گفته دیدم چهار کس را از مشائخ که تصرف مي کنند در قبور خود مانند تصرف هاي ایشاں در حیات بود یا بیشتر۔ (گروهي اعتقاد دارند که امدادِ زنده قوي تر است، ولي به گمان من امدادِ میت قوي تر است۔) و اولیاء کرامت و تصرف در اکوان تصرف حاصل است و آن نیست مگر به ارواح ایشاں۔"[19]

یعنی جس سے زندگی میں امداد طلب کی جاسکتی ہے، اس سے بعد وفات بھی طلب کی جاسکتی ہے۔ مشائخ میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے مشائخ میں سے چار کو دیکھا کہ وہ اپنی قبروں میں (بعد وفات) اس طرح تصرف کر رہے ہیں جس طرح زندگی میں کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ (ایک گروہ کا خیال ہے کہ زندہ کی امداد زیادہ ہے، لیکن میرا خیال ہے کہ میت کی امداد بہ نسبت زندہ کے زیادہ قوی ہے)، اور اولیاء کو اکوان (کائنات کے مظاہر) میں تصرف حاصل ہے، اور یہ تصرف ارواح کو حاصل ہوتا ہے، اور ارواح باقی ہیں، جسم کے ساتھ اُن کی موت نہیں۔

فائدہ: عقلاً بھی یہ قول درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ تصرف ارواح کو حاصل ہوتا ہے۔ جو ارواح قیدِ عناصر (مادی اجزاء کی پابندی) میں ہونے کی صورت میں قدرت حاصل کر لیتی ہیں، کوئی وجہ نہیں کہ قیدِ عناصر سے رہا ہونے پر اُن کے تصرف میں اضافہ نہ ہو جائے۔ جیسے کوئی آدمی ہاتھ پاؤں بندھے ہونے کی حالت

---

16) (صحيح البخاري، كتاب التوحيد، باب قوله وكلم الله موسى تكليما، 6/ 2731، الحديث7079، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ/ 1993م)

(السنن الكبرى، كتاب الصلاة، باب فرائض الخمس، 1/ 361، الحديث1618، دار المعرفة)

17) (لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور، 4/ 215، الحديث1761، دار النوادر، دمشق – سوريا، الطبعة: الأولى، 1435 هـ - 2014 م)

18) (کسی بزرگ سے سوال کیا گیا کہ کیا وفات یافتہ شخص کی مدد مؤثر اور طاقتور ہوتی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔) (نوری)

(اشعۃ اللمعات شرح مشکاۃ، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، الفصل الثالث، 361/1، منشی نول کشور پریس، لکھنؤ)

19) (اشعۃ اللمعات شرح مشکاۃ، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، الفصل الثالث، 361/1، منشی نول کشور پریس، لکھنؤ)

میں مجبور ہوتا ہے، تو کیا ہاتھ پاؤں کھلنے پر وہ اس سے مشکل کام باحسنِ وُجود (بہ خوبی) نہ کرے گا؟ ضرور کرے گا، کیونکہ یہ کام ارواح کا ہے کہ قیدِ عناصر سے آزاد ہو کر زیادہ طاقت حاصل کر لیتی ہیں۔

(۴) حافظ محمد لکھنوی بحوالہ فتح الرحمن، تفسیرِ محمدی میں لکھتے ہیں:

"بودند پیش از آں طلب فتح می‌کردند بر کافراں یعنی بحرمتِ قرآن و محمد فتح بر کافراں۔"[20]

اِس کا ترجمہ پنجابی میں لکھا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہودی مشرکوں سے ڈر کر اِس سے پیشتر طلبِ فتح کیا کرتے تھے کہ اے خدا ہمیں اُس نبی کی طفیل، جس کی صفت تورات میں پڑھی جاتی ہے، فتح عطا فرما، پھر انہیں فتح ملتی تھی۔ یہ معالم میں بھی لکھا ہے۔[21]

(۵) اِمام نَوَوی شارحِ مسلم شریف ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک بہت بڑے عالم نے اپنا واقعہ بیان فرمایا:

"حَكَى لِي بَعْضُ شُيُوخِنَا الْكِبَارِ فِي الْعِلْمِ أَنَّهُ أَفْلَتَتْ لَهُ دَابَّةٌ، أَظُنُّهَا بَغْلَةً، وَكَانَ يَعْرِفُ هَذَا الْحَدِيثَ، فَقَالَهُ، فَحَبَسَهَا اللهُ عَلَيْهِمْ فِي الْحَالِ. وَكُنْتُ أَنَا مَرَّةً مَعَ جَمَاعَةٍ، فَانْفَلَتَتْ مِنْهُمْ بَهِيمَةٌ وَعَجَزُوا عَنْهَا، فَقُلْتُهُ، فَوَقَفَتْ فِي الْحَالِ بِغَيْرِ سَبَبٍ سِوَى هَذَا الْكَلَامِ.."[22]

یعنی مجھے ہمارے بعض بڑے اور صاحبِ علم مشائخ نے بتایا کہ ان کی ایک سواری بھاگ گئی تھی، میرا گمان ہے کہ کسی بیماری یا کمزوری کی وجہ سے (بدک گئی تھی)۔ وہ اس حدیث کو جانتے تھے، تو انہوں نے (وہ کلمات کہے) تو اللہ تعالیٰ نے فوراً اس جانور کو ان کے لیے روک دیا۔ اور ایک مرتبہ میں بھی ایک جماعت کے ساتھ تھا کہ ان کا ایک جانور بھاگ نکلا اور وہ اسے قابو کرنے سے عاجز آ گئے۔ تو میں نے (وہی کلمات) کہے، پس وہ فوراً رک گیا، بغیر کسی ظاہری سبب کے، سوائے اس کلام کے۔"

(۶) مشارقُ الانوار مصری، ص ۶۰ میں ہے: " وَقَدْ نَقَلَ الْعَارِفُ الشَّعْرَانِيُّ عَنْ بَعْضِ مَشَايِخِهِ أَنَّ اللهَ تَعَالَى يُوَكِّلُ بِقَبْرِ كُلِّ وَلِيٍّ مَا كَانَ يَقْضِي حَوَائِجَ الزَّائِرِينَ، وَتَارَةً يَخْرُجُ الْوَلِيُّ بِنَفْسِهِ مِنَ الْقَبْرِ وَيَقْضِي الْحَاجَةَ؛ لِأَنَّ لِلْأَوْلِيَاءِ الْإِطْلَاقَ فِي الْبَرْزَخِ، وَسَرَاحَ أَرْوَاحِهِمْ. قَالَ: وَإِذَا خَرَجَ شَخْصٌ مِنْهُمْ مِنْ قَبْرِهِ عَلَى صُورَتِهِ وَقَضَى حَوَائِجَ النَّاسِ، يُكْتَبُ لَهُ ثَوَابُ ذَلِكَ كَحُكْمِ صَلَاتِهِمْ فِي الْبَرْزَخِ."[23]

یعنی اِمام شَعرانی قدس سرہٗ نے بعض مشائخ سے نقل کیا کہ اللہ ہر ولیُّ اللہ کی قبر پر ایک فرشتہ مقرر فرماتا ہے جو زائرین کی ضروریات پوری کرے، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ولیُّ اللہ اپنے مزار سے بنفسِ نفیس باہر تشریف لا کر زائرین کی ضرورت پوری کرتے ہیں، اِس لیے کہ برزخ میں اُن کو ہر قید سے آزاد رکھا جاتا ہے اور

---

20) (تفسیرِ محمدی از حافظ محمد لکھنوی، سورۃ البقرۃ: 89، ص 75، مکتبہ اصحاب الحدیث، حسن مارکیٹ، مچھلی منڈی، اردو بازار، لاہور، 2002ء)

21) معالم التنزیل کے الفاظ یہ ہیں: اللَّهُمَّ انْصُرْنَا عَلَيْهِمْ بِالنَّبِيِّ الْمَبْعُوثِ فِي آخِرِ الزَّمَانِ، الَّذِي نَجِدُ صِفَتَهُ فِي التَّوْرَاةِ. الخ

(مختصر تفسير البغوي المسمى بمعالم التنزيل، البقرة: 89، 1/ 41، دار السلام للنشر والتوزيع – الرياض، الطبعة: الأولى، 1416هـ)

22) (كتاب الأذكار للنووي، كتاب أذكار المسافر، باب ما يقول إذا انفلتت دابته، ص 362، دار ابن كثير، دمشق – بيروت، الطبعة: الثانية، 1410 هـ – 1990 م)

23) (مشارق الانوار فی فوز اهل الاعتبار، الفصل الثالث فيما ينبغي للحي فعله وقت الزيارة وما لا ينبغي .، ص 108، المطبعة الكاستلية، 1863م)

اُن کی ارواح کو ہر طرح کی راحت و فرحت حاصل ہوتی ہے۔اور جب اُن میں سے کوئی اپنی صورت پر قبر سے نکل کر لوگوں کی حاجات پوری کرتا ہے تو اُسے اِس کا ثواب لکھا جاتا ہے، جیسے برزخ میں اُن کی نمازوں کا حکم ہے۔اِسی طرح شرحُ الصُّدور میں درج ہے۔

(۷)مُلا علی قاری رحمۃاللہ عنہ نے نزہۃالخاطر میں عبدُالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل فرمایا:

" مَنْ اسْتَغَاثَ بِي فِي كُرْبَةٍ كَشَفْتُ عَنْهُ، وَمَنْ نَادَانِي بِاسْمِي فِي شِدَّةٍ فَرَّجْتُ عَنْهُ، وَمَنْ تَوَسَّلَ بِي إِلَى اللهِ فِي قَضَاءِ حَاجَتِهِ. "[24]

یعنی جو کوئی رنج و غم میں مجھ سے مدد مانگے تو اُس کا رنج و غم دور ہو گا،اور جو سختی کے وقت میرا نام لے کر مجھے پکارے تو وہ شدت دفع ہو گی،اور جو کسی حاجت میں رب کی طرف مجھے وسیلہ بنائے تو اُس کی حاجت پوری ہو گی۔

یہی مُلا علی قاری رحمۃاللہ علیہ حضرت غوثِ پاک کی نمازِ غوثیہ کی ترکیب بتاتے ہیں کہ دو رکعت نفل پڑھے، ہر رکعت میں ۱۱ بار سورتِ اخلاص پڑھے، سلام پھیر کر ۱۱ بار صلوٰۃ و سلام پڑھے، بغداد کی طرف جانبِ شمال ۱۱ قدم چلے، ہر قدم پر میرا نام لے کر اپنی حاجت عرض کرے اور یہ دو شعر پڑھے:

أَيُدْرِكُنِي ضَيْمٌ وَأَنْتَ ذَخِيرَتِي--- وَأُظْلَمُ فِي الدُّنْيَا وَأَنْتَ نَصِيرِي.

وَعَارٌ عَلَى حَامِي الْحِمَى وَهُوَ مُنْجِدِي---إِذَا ضَاعَ فِي الْبَيْدِ عِقَالُ بَعِيرِي.

یہ کہہ کر مُلا علی قاری فرماتے ہیں: "وَقَدْ جُرِّبَ ذَلِكَ مِرَارًا فَصَحَّ. "[25]یعنی بارہا اِس نمازِ غوثیہ کا تجربہ کیا گیا، درست نکلا۔کہیے! حضور غوثِ پاک مسلمانوں کو تعلیم دیتے ہیں کہ مصیبت کے وقت مجھ سے مدد مانگو،اور حنفیوں کے بڑے ماہر عالم مُلا علی قاری رحمۃاللہ علیہ اُسے بارہا تجربہ کا لکھ رہے ہیں، تو پھر شرک کیسا؟ بلکہ اب بھی اِس نماز میں وہی تاثیر ہے جو مُلا علی قاری رحمۃاللہ کے زمانہ میں تھی، آزما کر دیکھیے۔

باب(۴):اعتراضات وجوابات

اعتراض:"إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ" میں "إِيَّاكَ" مفعول ہے، "نَسْتَعِينُ" کا اور اس کا رتبہ مؤخر ہے، جس کا مرتبہ مؤخر ہو اور مقدم کیا جائے تو فائدہ حصر کا دیتی ہے۔تو معنی یہ ہو گا کہ تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں، تجھ سے بغیر مدد نہیں مانگتے۔تو معلوم ہوا کہ خدا کے بغیر مدد مانگنا شرک ہے۔

اس اعتراض کے چند جوابات ہیں:

جواب نمبر ۱: مولوی محمود الحسن دیوبندی نے اس آیت کے ماتحت ترجمہ کیا ہے اور اس کی تفسیر میں دیوبندی مولوی شبیر احمد عثمانی نے لکھا کہ حقیقی مُستعان(جس سے اصل مدد حاصل ہوتی ہے)اللہ تعالیٰ ہے، ہاں کسی ولیّ اللہ کو غیر مستقل سمجھ کر مدد مانگنا جائز ہے کیونکہ ولیّ اللہ کی اِستعانت درحقیقت خداوندِ پاک سے اِستعانت(مدد لینا) ہے۔[26]

جواب نمبر ۲: حضرت صدرُ الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآدی رحمۃاللہ علیہ کہتے ہیں کہ استعانت دو قسم کی ہے: بلاواسطہ اور بالواسطہ دونوں قسموں میں مدد مانگنا جائز ہے کیونکہ حقیقی مستعان اللہ تعالیٰ ہے۔[27]

---

24) (نزهة الخاطر الفاطر في شرح سيدي الشريف عبد القادر للملا علي القاري، ص61، استانبول، (آرتين آسا دوريان) شركت مرتبيه مطبعه سى - باب عالى جاده سنده نومر و 52، 1307هـ)

25) (نزهة الخاطر الفاطر في شرح سيدي الشريف عبد القادر للملا علي القاري، ص61، استانبول، (آرتين آسا دوريان) شركت مرتبيه مطبعه سى - باب عالى جاده سنده نومر و 52، 1307هـ)

26) (آسان بیان القرآن مع تفسیر عثمانی،الفاتحہ:4،32/1،ناشر بنوری،1440ھ/2019ء)

27) (آسان بیان القرآن مع تفسیر عثمانی،الفاتحہ:4،ص3،ناشر مکتبۃ المدینہ،کراچی)

بلاواسطہ: صرف خداوندِ تعالی سے استعانت مانگنا جائز ہے۔

بالواسطہ: اولیاء کرام اور انبیاء علیہم السلام کے واسطہ سے مدد مانگی جائے۔ یہ دونوں جائز ہیں کیونکہ اولیاء کرام اور انبیاء مظہرِ عونِ الٰہی (اللہ کی مدد کے ظاہری مظاہر) ہیں۔ اور یہ مذہب کہ خداوندِ تعالی کے بغیر مدد مانگنا جائز نہیں، باطل ہے۔

جواب نمبر ۳: صاوی شریف، جلد رابع، صفحہ ۳۷۳ میں اس آیت کا معنی کرتے ہیں کہ: "نہیں عبادت کرتے اور نہیں مدد مانگتے سوا تیرے"۔ اللہ تعالی نے پہلے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ" ، اور آگے "الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ" یہ خداتعالی نے غیب کی اوصاف ذکر کی ہیں، تو پھر خطاب ذکر فرمایا ہے۔ شرک تب لازم آتا ہے کہ پہلے اُن اوصاف سے موصوف (متصف) کر کے مدد مانگی جائے؛ اگر غیب کی اوصاف موصوف نہ کرے اور مدد مانگے تو یہ جائز ہے۔ اسی طرح بیضاوی شریف اور محشی حواشی نے فرمایا ہے کہ شرک تب لازم آتا ہے جب پہلے ان وصفوں سے موصوف کیا جائے۔ [28]

جواب نمبر ۴: "نَسْتَعِينُ" باب استفعال ہے۔ اس میں دو نظریات ہیں:

نحویوں کے نزدیک: مجرد "عَانَ يَعُونُ"، مصدر "عَوْنٌ" ہے۔ اگر یہی مذہب لیا جائے تو اعتراض بھی ہوگا اور جواب کی ضرورت پڑے گی۔

صوفیاء کرام کے نزدیک: مجرد "عَانَ يَعِينُ" ہے اور مصدر "عَيْنٌ" ہے، اور "عَيْنٌ" کا معنی مشاہدہ ہے۔ تو معنی ہوگا "طلبِ مشاہدہ کرتے ہیں"۔ اگر یہ مذہب لیا جائے تو نہ کوئی اعتراض ہوگا اور نہ جواب کی ضرورت، کیونکہ مادہ بدل گیا تو سوال کی نوعیت بدل جاتی ہے۔

جواب نمبر ۵: آیت " إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ " میں مادہ کے احتمال نے سرے سے سوال کو کھوکھلا کر دیا، کیونکہ جہاں استعانت کی نفی کا احتمال ہے، وہاں دوسرا معنی بھی موجود ہے۔ اس لیے یہ آیت مخالفین کے لیے مفید نہیں ہوئی۔ جیسا کہ علمِ مناظرہ کا قاعدہ ہے: " إِذَا وَرَدَ الِاحْتِمَالُ بَطَلَ الِاسْتِدْلَالُ." جب دلیل محتمل ہو جائے تو اس سے اِستدلال نہیں ہو سکتا۔

جواب نمبر ۶: حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیق فرمائی کہ

اولاً: اس کی حضر میں اختلاف ہے، جب مُستدل پر استدلال کیا جائے تو دلیل کیسے ثابت ہو گی؟

ثانیاً: اگر حضر ثابت ہو تو پھر حقیقی ہو گی یا مجازی؟ حقیقی تو وہ ہوتی ہے جس میں مدد ما فوق الاسباب (اسباب سے بالاتر) یا ما تحت الاسباب (اسباب کے تحت) ہو دینی ہو، یا دنیاوی علمی یا عملی ہر لحاظ سے ہو، تب بھی شرک نہیں۔ قرآنی آیات سے یہ ثابت ہے کہ اللہ کے سوا بھی بعض اسباب کے تحت مدد لینا جائز ہے، جیسے: حضرت سکندر نے فرمایا: " اَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ " (سورۃ الکھف، آیت ۹۶)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: " مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللهِ " (سورۃ آلِ عمران، آیت ۵۲)

دنیاوی اسباب بھی ہیں: انسان کے تمام کام ماتحت اسباب چل رہے ہیں، پیدا ہوا تو روح جسم میں، ملائکہ نے پہنچایا، پیدا ہوا تو ماں باپ کی پرورش کا محتاج ہوا، روزی (خوراک) رازق سے ملی، علم اللہ نے دیا، دین انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی وساطت سے نصیب ہوا، دنیا کا کاروبار بھی خلقِ خدا کے واسطہ (وسیلے) سے چل رہا ہے۔ موت آئی تو جان ملک الموت نے نکالی، دفن ہوا وغیرہ۔

---

[28] (حاشية الصاوى على تفسير الجلالين، تفسير سورة الفاتحة، 4/ 353إلى356، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، 1360هـ/ 1941م)

(تفسير البيضاوي = أنوار التنزيل وأسرار التأويل، تفسير سورة الفاتحة: 1، 1/ 26، دار إحياء التراث العربي – بيروت، الطبعة: الأولى – 1418 هـ)

اس سے ثابت ہوا کہ " نَسْتَعِينُ " میں حضر حقیقی نہیں، ویسے قرآنی طرز بھی بتاتا ہے کہ ایک آیت میں ایک قانون درج کرنا خلاف علم بلاغت ہے۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ حضر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے۔ مختصر تمہید کے بعد ثابت ہوا کہ اللہ کے سوا مدد مانگنا علی الاطلاق شرک نہیں بلکہ اس صورت میں شرک ہو گا جب کہ مدد مانگنے والا کسی کو معبود سمجھ کر یا مؤثر حقیقی (اصل مؤثر) سمجھ کر مدد مانگے۔ مافوق الاسباب ہو یا ماتحت الاسباب، مثلاً دوا یہ (دوائیوں) میں بیماری دور کرنے کی تاثیر ہے، اگر کوئی شخص صرف انہی کی تاثیر کا عقیدہ رکھے تو شرک ہے۔ اس وجہ سے احادیث میں ان لوگوں کو مشرک قرار دیا گیا ہے، جو برسات کی تاثیر کو اکب کو ماناور نہ احادیث میں بکثرت مثالیں موجود ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر مدد چاہنے والا اللہ تعالیٰ کے مؤثر حقیقی کا اعتقاد دل میں رکھے اور اللہ کے بندوں سے مدد طلب کرے تو روا ہے، جیسے کہ حدیث میں ہے: ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " إِنَّ لِلهِ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ سِوَى الْحَفَظَةِ، يَكْتُبُونَ مَا سَقَطَ مِنْ وَرَقِ الشَّجَرِ، فَإِذَا أَصَابَ أَحَدَكُمْ شَيْءٌ بِأَرْضٍ فَلَاةٍ فَلْيُنَادِ: أَعِينُونِي يَا عِبَادَ اللهِ. "[29]

(تحفۃ الذاکرین للشوکانی، ص ۱۹۲)

نیز شاہ محمد عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں: باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہے کہ اعتماد برآں غیر باشد داد را مظہر عون الٰہی نداند حرام است و اگر التفات محض بجانب حق است و اُورا یکے از مظاہر عون دانستہ ونظر بکارخانۂ اسباب و حکمت او تعالیٰ دراں نمود بغیر استعانت ظاہر نمائد دور از عرفاں نخواہد بود و در شرع نیز جائز و روا است و انبیاء واولیاء ایں نوع استعانت بغیر کردہ اند ودر حقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است.[30] (فتح العزیز، ص ۲۰)

باقی رہی یہ بات ہے کہ کسی ولی کو دور سے کھڑے ہو کر ان سے استعانت کا سوال کرنا یہ بھی شرک نہیں، کیونکہ شرک وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت کسی دوسرے میں ثابت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ تو قریب ہی ہے، اسے دور سمجھنا اپنے ایمان میں کمی کا ثبوت ہے۔ ولی کامل کو دور سے پکارا گیا تو یہ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت میں شریک نہیں بنایا گیا۔ البتہ اتنا ضرور ہے، جیسے کہ حدیث میں ہے: " عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّ اللهَ قَالَ: مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، فَإِذَا

---

[29])یعنی اللہ کے زمین پر ایسے فرشتے موجود ہیں جو ہر چھوٹی بڑی چیز کو نوٹ کرتے ہیں، حتیٰ کہ درخت کے پتے کا گرنا بھی ان کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں۔ اگر تم میں سے کسی کو کسی ویران یا خالی جگہ پر کوئی مشکل، حادثہ یا رکاوٹ پیش آئے، تو اسے چاہیے کہ پکارے: "اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو"۔ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد حاصل ہوتی ہے اور وہ مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ (نوری)

(تحفة الذاكرين بعدة الحصن الحصين للشوكاني، فصل السفر، ص238، دار القلم - بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1984م)

[30]) یہ سمجھنا ضروری ہے کہ غیر سے مدد طلب کرنا (استعانت از غیر) صرف اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے مظاہر پر بھروسہ کیا جائے، یعنی جس سے مدد لی جائے وہ اللہ کی طرف سے مدد کا ذریعہ ہو۔ اگر مدد طلب کرنا صرف اللہ کی طرف ہو، اور جس سے مدد لی جائے اسے اللہ کی مدد کے مظاہر (مثل ولی اللہ یا انبیاء) سمجھا جائے، اور علماء و حکما اس حکمت کو بغیر واسطہ واضح کریں، تو یہ عمل عرفان و روحانیت کے اصولوں کے خلاف نہیں۔ شرعاً بھی یہ جائز ہے۔ انبیا علیہم السلام اور اولیاء کرام نے بھی اسی طرح کی استعانت (مدد طلب کرنے) کی تعلیم دی ہے۔ (نوری)

(تفسیر عزیزی از شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، 8/1، دہلی، مطبع مجتبائی، 1348ھ)

أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ. "[31] (رواہ البخاری)

جب ولی کامل کی یہ حالت ہو جاتی ہے، تو اس کا قُرب بھی قُرب ہے اور بُعد بھی قُرب۔ جیسے امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں: یہی نور تو تھا جس نے سینکڑوں میلوں پر "يَا سَارِيَةُ، الْجَبَلَ. " کہلوا کر اہل ایمان کی مشکل کو حل کر دیا۔ ورنہ بتایئے مسلمانوں کو کیسے مشکل سے دوچار ہونا پڑتا؟[32]

(تفسیر کبیر، ص۶۸۸)

اعتراض نمبر ۳: اِستمداد (مدد طلب کرنا) اللہ کے ساتھ مختص ہے، غیر اللہ سے استمداد شرک ہے۔

جواب: اگرچہ لفظ استغاثہ اور استمداد اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں، لیکن بمعنی تَوَسُّل (وسیلہ لینا) غیر اللہ کے لیے جائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلاف کی کتابوں میں ملتا ہے: " أَغِثْنِي يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ. "۔ اس کا معنی ہے: أَتَوَسَّلُ بِكَ يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ.[33]

اعتراض نمبر ۴: توسل بھی ناجائز ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "مَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ"[34] (سورۃ الطلاق:۳)

جواب: پھر تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا بھی ناجائز ہونا چاہیے، کیونکہ وہ ہر حال میں ظاہر و باطن کو جانتا ہے۔ پھر دعا کا کیا معنی؟ یہ بھی توکل کے خلاف ہو گا۔ اگر کوئی کہے کہ دعا مانگنا اِمتثالِ حکمِ الٰہی (اللہ کے حکم کی پیروی) ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ" (سورۃ الغافر:۶۰) اس کا جواب یہ ہے کہ پھر بھی توکل کے منافی نہیں، کیونکہ ہاتھ اٹھانا قرآن میں نہیں آیا، صرف دل سے کہنا بھی "ادْعُونِي" پر عمل ہو جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح دعا مانگنا توکل کے خلاف نہیں، اسی طرح توسل بھی جائز ہے۔

اعتراض نمبر ۵: "إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ"[35] (سورۃ المائدہ:۵۵) میں زندے مراد ہیں کیونکہ نماز تو قائم زندے ہی رکھتے ہیں۔

جواب: اہل اللہ کی امداد اور رسول ﷺ کی امداد روحانیت پر مبنی ہوتی ہے، یعنی ان کا امداد کرنا روحانی طاقت پر مشتمل ہے۔ چنانچہ اُن کی روحانی طاقت عالمین (تمام جہانوں) میں یکساں رہتی ہے اور خصوصاً رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس عالمین میں مُتغیّر (تبدیل) نہیں ہوتی۔ اور روح کا محض انتقال مکانی (جسمانی جگہ بدلنا) ہوتا

---

[31])حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "جو شخص میرے ولی (قریبی دوست یا حامی) کا دشمن بنے، میں نے اسے جنگ کی اجازت دے دی۔ میرے بندے کا جو عمل میں نے اس پر فرض کیا ہے، اس سے زیادہ مجھے محبوب اور پسندیدہ کوئی عمل نہیں ہے۔ اور میرا بندہ نوافل (نفلی عبادات) کے ذریعے مجھ سے قربت حاصل کرتا رہے، میں اسے پسند کرنے لگتا ہوں جب میں اسے پسند کرلوں، تو میں اس کے سماعت کو وہ سماعت بناتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی بینائی کو وہ بینائی بناتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کے ہاتھ کو وہ طاقت دیتا ہوں جس سے وہ کام کرتا ہے، اور اس کے پاؤں کو وہ قوت دیتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے دے دوں، اور اگر وہ میری پناہ مانگے تو میں اسے اپنی پناہ عطا کروں۔ (نوری)

(صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع، 5/ 2385، الحديث6137، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ/ 1993م)

[32]) (تفسير الرازي = مفاتيح الغيب أو التفسير الكبير، سورة الكهف: الآيات ٩ إلى 12، 21/ 433، دار إحياء التراث العربي – بيروت، الطبعة: الثالثة – 1420 هـ)

[33])یعنی میں آپ کے وسیلے سے اللہ سے مدد مانگتا ہوں، اے رسول اللہ ﷺ۔ (نوری)

[34])ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اُسے کافی ہے۔

[35])ترجمہ کنزالایمان: تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں۔

ہے، باقی طاقتیں بدستور قائم رہتی ہیں۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "سَوَاءٌ مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ "یعنی ان کی حیات برقرار ہے، اور اہل قبور سے ہمیں اس میں کوئی تضاد (اختلاف) نہیں کرنا چاہیے۔ پہلے آیت گزر چکی ہے، اب مقام کی مناسبت سے دوبارہ ذکر کیا جاتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ "(سورۃ المائدہ:۵۶)

یعنی اے ایمان والو! جس قوم پر اللہ نے غضب کیا ہے، تم ان سے دوستی نہ کرو، وہ آخرت سے ناامید ہو چکے ہیں، جیسا کہ کفار قبروں والوں سے ناامید ہیں۔

اعتراض نمبر ۲: قرآنِ مجید میں اعمالِ صالحہ (نیک اعمال) کے وسیلہ کا ثبوت ہے، نہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے وسیلہ کا؟

جواب ۱: "نسائی شریف" میں ہے: " فَقُولُوا: إِنَّا نَسْتَعِينُ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ "[36] معلوم ہوا حضور ﷺ کی ذاتِ پاک کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے۔

جواب ۲: اعمالِ صالحہ کے قبول ہونے کا حکم قطعی (یقینی) نہیں ہے، اور حضورِ اکرم ﷺ قطعی طور پر مقبول ہیں، جب غیر قطعی (غیر یقینی) چیز کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے تو جو قطعی (یقینی) ہو، اس کے ساتھ بطریقِ اولیٰ (بدرجۂ اولیٰ) جائز ہے۔

باب (۵): اقوالِ اسلافِ مُخالفین

اس باب میں اُن صاحبان کے اقوال ہیں جنہیں مخالفین اپنا مقتدا و پیشوا مانتے ہیں۔

(۱) **حسین علی واں بھچراں کے پیر و مرشد کا عقیدہ**: حضرت مولانا محمد عثمان صاحب موسیٰ زئی والی سرکار کی خدمت میں چند مریدین حاضر ہوئے، نذر و نیاز (ہدیہ) پیش کرنے کے بعد عرض کی کہ یا حضرت! ہمارے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے علاقہ میں بارش برسائے کیونکہ عرصہ سے بارش نہیں ہوئی جس کی وجہ سے زمین خشک ہو گئی ہے۔ حضرت صاحب نے ہدیہ قبول کرنے کے بعد اپنے صاحبزادگان سیف الدین اور بہاؤالدین کو فرمایا کہ پھل فروٹ لاؤ تمہارے مریدین آئے ہیں، ان کے لیے اپنے دادا جان کی قبر پر جا کر بارش کی دعا مانگو۔ دونوں صاحبزادے قبر شریف پر جا کر واپس آ گئے اور اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں عرض کی کہ قبلہ! دادا جان تو فوت ہو چکے ہیں، وہ کب ہماری عرض سن سکتے ہیں؟ جب حضرت موصوف نے ان کی یہ بات سنی تو جلال (غصہ) میں آ گئے اور فرمایا: وہ مرے نہیں بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اب جاؤ، میری طرف سے سلام عرض کرو۔ دونوں صاحبزادوں نے اپنے دادا جان کی قبر شریف پر حاضر ہو کر والد بزرگوار کا سلام عرض کیا۔ قبر شریف سے "وعلیکم السلام" کی آواز آئی۔ عرض کی کہ ہمارے مرید آئے ہوئے ہیں، ان کے لیے بارش کی دعا فرمائیں تاکہ اللہ تعالیٰ بارش برسائے۔ آواز آئی: اپنے مریدوں کو جا کر کہہ دو اپنی اپنی زمینوں کو سنبھال لو۔ جب مریدین واپس گھر آئے تو صرف مریدوں کی زمینوں میں بارش ہوئی تھی۔[37] (فوائد عثمانیہ، ص ۵۳)

(۲) **حاجی امداد اللہ**: حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہِ رسول اللہ ﷺ میں عرض کی:

جہازِ اُمت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں — بس اب چاہو ڈباؤ یا تِراؤ یا رسول اللہ ﷺ[38]

---

36) ترجمہ: تو کہو کہ ہم رسولِ خدا سے مدد چاہتے ہیں۔ (سنن النسائي، كتاب الهبة، هبة المشاع، 6/ 263، الحديث 3688، مكتب المطبوعات الإسلامية، سنة النشر: 1414هـ/ 1994م)

37) (مجموعہ فوائدِ عثمانیہ از سید اکبر علی دہلوی، فصل چہارم: بارش کا برسنا، ص 238 تا 239، ناشر محمد ریاض درانی، جمعیۃ پبلیکیشنز، وحدت روڈ، لاہور، اکتوبر 2006ء)

38) (گلزارِ معرفت از حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، حصہ اول، ص 10، خان بہادر حاجی محمد وجیہ الدین-ایم بی-ای-سی-ٹی-آر مس اینڈ امیونیشن امپوریم، کراچی صدر 3)

(۳) **گنگوہی**: فتاویٰ رشیدیہ، جلد اول، کتاب البدعات، ص ۹۹ میں ہے، اور بعض روایات میں بھی آتا ہے: "أَعِينُونِي يَا عِبَادَ اللهِ" یعنی اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ تو وہ فی الواقع کسی میت (فوت شدہ شخص) سے استعانت نہیں ہے بلکہ عبادُ اللہ (اللہ کے بندے) جو صحرا میں موجود ہوتے ہیں، ان سے طلبِ اعانت (مدد کی درخواست) ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو اسی کام کے واسطے وہاں مقرر کیا ہے۔[39]

فائدہ: اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جنگل میں کچھ اللہ کے بندے اللہ کی طرف سے اس لیے رہتے ہیں کہ لوگوں کی مدد کریں۔ ان سے مدد مانگنی جائز ہے۔ مُدّعا (اصل دعویٰ) ہمارا یہی ہے کہ اللہ کے بندوں سے استمداد (مدد طلب کرنا) ہے، اسے شرک کہنا اسلام اور شریعت پر بہتان (جھوٹا الزام) باندھنا ہے، لیکن افسوس ہے کہ الٹا اس افتراءپردازی (جھوٹی تہمت لگانے) کو توحید سمجھ بیٹھے ہیں۔

(۴) **دیوبند کا شیخ الہند**: محمود الحسن صاحب نے "ادلہ کاملہ" میں ص ۱۲ پر لکھا کہ ''آپ اصل میں بعد خدا مالکِ عالم (کائنات کے حقیقی مالک) ہیں۔ جمادات (بے جان اشیاء) ہوں یا حیوانات (جانور) ہوں، بنی آدم ہوں یا غیر بنی آدم، القصہ (مختصر یہ کہ) آپ اصل میں مالکِ عالم ہیں، اور یہ بھی وجہ ہے کہ عدل و مہر (عدل و مہربانی) آپ کے ذمہ واجب الادا نہ تھی۔''

(۵) **اشرف علی بھی ایک ولی اللہ کی دعا سے پیدا ہوا ہے**۔ حضرت غلام مرتضیٰ صاحب کی خدمت میں مولوی اشرف علی کی والدہ اور نانی حاضر ہوئیں۔ عرض کی: یا حضرت! ہمارے گھر کوئی اولاد نہیں، جو لڑکا پیدا ہوتا ہے وہ فوت ہو جاتا ہے۔ لہٰذا دعا فرمائیں کہ ہمارے گھر میں اولاد ہو اور زندہ بھی رہے۔ حضرت غلام مرتضیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمہاری اولاد اس لیے زندہ نہیں رہتی کہ جو لڑکا پیدا ہوتا ہے اس کا نام تم مرکب (ملا کر) یعنی عمر اور علی دونوں کا رکھتے ہو، اس لیے جب لڑکا پیدا ہوتا ہے تو سر کی طرف سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پاؤں کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پکڑ کر کھینچتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ لڑکا زندہ نہیں رہتا۔

فرمایا: اب جاؤ، تمہارے گھر دو لڑکے پیدا ہوں گے۔ ان کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کر دینا، وہ خود ضامن (ذمہ دار) ہوں گے۔ ان میں سے ایک کا نام اشرف علی اور دوسرے کا نام اکبر علی رکھنا۔ ایک حافظ اور مولوی بھی ہوگا، دوسرا دنیا دار ہوگا۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا، ولی اللہ کی دعا قبول ہوئی۔[40] (ملفوظات، حصہ نمبر ۵، ص ۱۰۱)

معلوم ہوا وہابیہ کے پیشوا مولوی اشرف علی پیراں دتہ (عطا کردہ) ہے۔ اگر شرک ہے تو پہلے مولوی اشرف علی سے پوچھئے، بعد میں ہم سے بات کریں۔ مولوی اشرف علی صاحب نے اپنے "ملفوظات" میں تحریر کیا ہے کہ شیخ احمد عبدالحق نے شادی کی، اولاد بھی ہوئی مگر اولاد زندہ نہ رہتی تھی۔ جو بچہ پیدا ہوتا تھا وہ تین مرتبہ "حق، حق، حق" کہہ کر مر جاتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ کی بی بی اس رنج کی وجہ سے کہ (اولاد زندہ نہیں رہتی) آپ کے سامنے روئیں۔ آپ نے فرمایا: اچھا، اب جو بچہ پیدا ہوگا وہ زندہ رہے گا۔ چنانچہ جو بچہ پیدا ہوا اس نے "حق، حق، حق" نہیں کہا اور وہ زندہ رہا۔[41] (ملفوظاتِ حسن العزیز، ص ۱۰۰)

---

39) (فتاوی رشیدیہ کامل، ص 112، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز، کراچی)

40) (اشرفُ السّوانح، باہتمام سید نور الحسن تھانوی، 16/1 تا 17، ناشر مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون، ضلع مظفر نگر، یوپی، بھارت)
(اشرفُ السّوانح، 46/1، ادارہ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ ملتان، طباعت، سلامت اقبال پریس ملتان، تاریخ اشاعت، مارچ 2006)

41) (سچی حکایات از مولانا ابو النور محمد بشیر، حکایت نمبر 674، 69/4، فرید بک سٹال، اردو بازار، لاہور)

حکیم الامت صاحب کے اس ارشاد سے ثابت ہو گیا کہ مشکل کے وقت اللہ کے مقبولوں (برگزیدہ بندوں) سے فریاد کرنا اور ان سے اولاد اور ان کی زندگی طلب کرنا شرک نہیں۔ اور یہ بات بھی مخفی (پوشیدہ) نہ رہی کہ ان اللہ والوں کی نظر سے موت بھی زندگی بن جاتی ہے، اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ اللہ والوں کو یہ بھی علم ہے کہ فلاں بچہ زندہ رہے گا اور فلاں مر جائے گا۔ ایسا کیوں نہ ہو جبکہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: لوح محفوظ است پیش اولیاء[42]

شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز، ص ۳۰ پر فرماتے ہیں: "مابد فہمید کہ استعانت از غیر بوجھے کہ اعتماد باشد و اورا اعوانِ الٰہی نہ دانند، حرام است؛ و اگر التفات محض بجانبِ حق است و اورا یکے از مظاہرِ عونِ الٰہی دانستہ و بکارخانۂ اسبابی و حکمتِ او تعبیر نمایند، لغتاً استعانتِ ظاہری دور از عرفان نخواھد بود، و در شرع نیز جائز وارد است۔ در انبیاء و اولیاء این نوع استعانت تعبیر کردہ اند، و در حقیقت این نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانتِ حضرتِ حق است لا غیر۔"[43]

یعنی سمجھنا چاہئے کہ کسی غیر سے مدد مانگنا بھروسہ کے طریقہ پر کہ اس کو مددِ الٰہی نہ سمجھے حرام ہے، اور اگر توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی مدد کا ایک مظہر جان کر اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور کارخانۂ اسباب (نظام اسباب) سمجھ کر اس سے ظاہری مدد مانگی جائے تو گو عرفان سے دور نہیں ہے اور شریعت میں بھی جائز ہے، اور اس کو انبیاء و اولیاء کی مدد کہتے ہیں، لیکن حقیقت میں یہ حق تعالیٰ کے غیر سے مانگنا نہیں بلکہ اسی کی مدد ہے۔

یہی شاہ صاحب "تفسیر عزیزی" سورۃ بقرہ میں فرماتے ہیں:

"افعالِ علوی را مثل بخشیدنِ فرزند و توسیعِ رزق و شفاءِ مریض و امثالِ ذالک را مشرکان نسبت بہ ارواحِ خبیثہ و اصنام می‌نمایند و کافر می‌شدند؛ و مسلمانان از تاثیرِ الٰہی یا خواصِ مخلوقات روی نمی‌گردانند، ادویہ و عقاقیر یا دعائے صلحا کہ ہمہ از جنابِ او درخواستہ الحاجات مطلب عاکنان را کنانیان می‌فہمند، و در ایمانِ ایشان خلل نمی‌افتد۔"

یعنی اللہ کے کام جیسے لڑکا دینا، رزق بڑھانا، بیمار کو اچھا کرنا اور اس کی مثل کو مشرکین خبیث روحوں اور بتوں کی طرف نسبت کرتے ہیں اور کافر ہو جاتے ہیں، اور مسلمان ان امور کو حکمِ الٰہی یا اس کی مخلوق کی خاصیت سے جانتے ہیں، جیسے کہ ادویہ (دوائیں) یا عقاقیر (علاج) یا اس کے نیک بندوں کی دعا کے ذریعے کہ وہ بندے رب کی بارگاہ سے مانگ کر لوگوں کی حاجت روائی کرتے ہیں، اور ان مومنین کے ایمان میں اس سے خلل نہیں آتا۔

اس قسم کے حوالہ جات کی کوئی کمی نہیں، صرف نہ ماننے والوں کی کمی ہے کیونکہ وہ ضدی ہیں، اور ضدی لاعلاج (ناقابل اصلاح) ہوتا ہے۔ اب آخر میں چند ان بزرگوں کے واقعات عرض کر دوں جنہیں وسیلہ سے فوائد و برکات نصیب ہوئے۔

خاتمہ

یہ مسلم ہے وسیلہ جسے استمداد (مدد طلب کرنا) کہا جاتا ہے وہ زندہ و مردہ ہر دونوں سے جائز ہے۔ چنانچہ حاشیہ مشکوٰۃ، باب، زیارۃ القبور میں ہے:

" وَأَمَّا الِاسْتِمْدَادُ مِنْ أَهْلِ الْقُبُورِ فِي غَيْرِ النَّبِيِّ ﷺ أَوِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، فَقَدْ أَنْكَرَهُ كَثِيرٌ مِنَ الْفُقَهَاءِ، وَأَثْبَتَهُ الْمَشَايِخُ الصُّوفِيَّةُ قَدَّسَ اللهُ أَسْرَارَهُمْ، وَبَعْضُ الْفُقَهَاءِ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِمْ .

---

42) یعنی لوحِ محفوظ اولیاء کے سامنے ہے۔

43) (تفسیر فتح العزیز [فارسی]، سورۃ الفاتحہ: تفسیر ایاک نعبد وایاک نستعین، ص 63، مطبع مجتبائی، دہلی)

قَالَ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: قَبْرُ مُوسَى الْكَاظِمِ تِرْيَاقٌ مُجَرَّبٌ لِإِجَابَةِ الدُّعَاءِ. وَقَالَ حُجَّةُ الْإِسْلَامِ مُحَمَّدُ الْغَزَالِيِّ: كُلُّ مَنْ يَسْتَمِدُّ بِهِ فِي حَيَاتِهِ يَسْتَمِدُّ بِهِ بَعْدَ وَفَاتِهِ۔"[44]

یعنی اور نبی علیہ السلام و دیگر انبیاء کرام کے علاوہ اور اہلِ قبور سے دعا مانگنے پر بہت سے فقہا نے انکار کیا، اور صوفیا اور بعض فقہا نے اس کو ثابت کیا ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ موسیٰ کاظم کی قبر قبولیتِ دعا کے لیے آزمودہ تریاق (مجرب علاج) ہے، اور امام محمد غزالی نے فرمایا کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جاسکتی ہے، اس سے بعدِ وفات بھی مدد مانگی جاسکتی ہے۔

(۱) آدم علیہ السلام کو وسیلہ کا فائدہ:

"عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: لَمَّا اقْتَرَفَ آدَمُ الْخَطِيئَةَ قَالَ: يَا رَبِّ، أَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَمَّا غَفَرْتَ لِي. فَقَالَ اللهُ: يَا آدَمُ، وَكَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا وَلَمْ أَخْلُقْهُ؟ قَالَ: يَا رَبِّ، لِأَنَّكَ لَمَّا خَلَقْتَنِي بِيَدِكَ وَنَفَخْتَ فِيَّ مِنْ رُوحِكَ، رَفَعْتُ رَأْسِي فَرَأَيْتُ عَلَى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوبًا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ، فَعَلِمْتُ أَنَّكَ لَمْ تُضِفْ إِلَى اسْمِكَ إِلَّا أَحَبَّ الْخَلْقِ إِلَيْكَ. فَقَالَ اللهُ: صَدَقْتَ يَا آدَمُ، إِنَّهُ لَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَيَّ، ادْعُنِي بِحَقِّهِ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ، وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ». [45] (مستدرک، ص۶۱۵)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آدم علیہ السلام سے خطا ظاہر ہوئی تو انہوں نے عرض کیا: اے رب! میں سوال کرتا ہوں محمد ﷺ کے طفیل کہ تو مجھے بخش دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تو محمد ﷺ کو کیسے جانتا ہے حالانکہ میں نے ابھی اس کو پیدا نہیں کیا؟ عرض کیا: اے میرے رب! جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور مجھ میں اپنی روح پھونکی تو میں نے سر اٹھایا اور عرش کی چوکھٹ پر لکھا ہوا: "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ" دیکھا۔ اس سے میں نے معلوم کیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو نے سچ کہا اے آدم! بے شک وہ تمام مخلوق میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے، اس کے حق کے وسیلہ سے دعا کر، میں نے تجھے بخش دیا، اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا ہی نہ کرتا۔

"شرحِ حدیث لولاک" میں فقیر نے اس کی سند کی قوت بیان کی ہے۔

فوائد:

(۱) اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے وسیلہ کا آدم علیہ السلام کو ارشاد فرمایا۔

(۲) آدم علیہ السلام کی توبہ وسیلہ کے بغیر قبول نہ فرمائی حالانکہ اس سے قبل وہ بہت روئے تھے۔

معلوم ہوا کہ اپنے پیاروں کے توسل (وسیلہ اختیار کرنے) سے اللہ تعالیٰ دعا جلدی قبول فرماتا ہے۔ اس لیے ہم اہلِ سنت وسیلہ پر زور دیتے ہیں۔

---

[44] (لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح، كتاب الجنائز ، باب زيارة القبور، 4/ 215، الحديث1761، دار النوادر، دمشق – سوريا، الطبعة: الأولى، 1435 هـ - 2014 م)

[45] (المستدرك على الصحيحين،ومن كتاب آيات رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم التي في دلائل النبوة، استغفار آدم عليه السلام بحق محمد صلى الله عليه وآله وسلم، 3/ 517، الحديث4286، دار المعرفة، سنة النشر: 1418هـ/ 1998م)

تتمہ: وہ مضامین جو وسیلہ سے متعلق ہیں، مثلاً صاحبِ وسیلہ کو لفظ ندا کرنا، وہ زندہ ہوں یا وصال کر چکے ہوں، قریب ہوں یا بعید، وسیلہ کے متعلقات کا وسیلہ، انہیں پکارنا وسیلہ سمجھ کر، اس میں لفظ مدد، فریاد وغیرہ کہنا وغیرہ وغیرہ۔

(۲) نابینا صحابی نے آنکھیں پائیں:

"عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ، أَنَّ رَجُلًا ضَرِيرَ الْبَصَرِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ادْعُ اللهَ لِي أَنْ يُعَافِيَنِي. فَقَالَ: إِنْ شِئْتَ أَخَّرْتُ لَكَ وَهُوَ خَيْرٌ، وَإِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ. فَقَالَ: ادْعُهُ. فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ فَيُحْسِنَ وُضُوءَهُ، وَيُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ، وَيَدْعُوَ بِهَذَا الدُّعَاءِ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَا مُحَمَّدُ، إِنِّي قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِتُقْضَى، اللَّهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ». "[46] (سنن الترمذي، جلد ۲، ص ۱۹۷؛ ابن ماجہ، ص ۱۰۰، المستدرک)

ترجمہ: عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک نابینا نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ میری آنکھوں کو بینا (دیکھنے والا) کر دے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر چاہو تو میں دعا کر دوں اور اگر چاہو تو صبر کرو، وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ اس نے عرض کیا: دعا فرما دیجئے۔ تو آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وضو کرے اور اچھا وضو کرے، دو رکعت نماز پڑھے، پھر یہ دعا کرے: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ" یعنی اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی محمد ﷺ، جو نبیِ رحمت ہیں، کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ "يَا مُحَمَّدُ إِنِّي تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِتُقْضَى لِي" یعنی اے محمد ﷺ! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت کے لیے متوجہ ہوا ہوں تاکہ وہ پوری ہو جائے۔ "اللَّهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ" یعنی اے اللہ! انہیں میرا سفارشی بنا دے۔ تو اس نابینا نے یہ دعا کی، پھر کھڑا ہوا تو اچانک بینا ہو گیا۔ اور "المستدرک" کے الفاظ ہیں: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَتَوَجَّهُ بِهِ إِلَيْكَ" یعنی اے اللہ! میں ان کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

فوائد: (۱) مشکل کشائی کے لیے دربارِ رسالت میں حاضر ہونا سنت ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ کی طرف نبی ﷺ کو اپنا سفارشی پیش کرنا اور اللہ کو آپ کی سفارش کا جتانا۔ (۳) مشکل کشائی کے وقت آپ کے اسمِ پاک کو "یا محمد" کہہ کر پکارنا تاکہ آپ کی سفارش مشکل کشائی کا سبب بنے۔ (۴) اس طریقہ کار کو اللہ تعالیٰ کا منظور فرمانا ثابت ہوا؛ وظیفہ، وسیلہ اور ندائے "یارسول اللہ" تا قیامِ قیامت اہلِ اسلام میں جاری رہے گا۔

المعجم الصغیر للطبرانی، ص ۱۰۳ میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ کے وصال (ظاہری انتقال) کے بعد عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی دوسرے آدمی کو یہ دعا تعلیم فرمائی، تو اس کی آنکھیں درست ہو گئیں۔[47]

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ﷺ کے فرمان پر آپ کو وسیلہ سمجھ کر غائبانہ پکارتے تھے، اور اسی تعلیم کو آگے جاری فرمایا۔ یہ مسئلہ تفصیل کے ساتھ فقیر کی کتاب "ندائے یارسول اللہ" میں ہے، بلکہ اہلِ اسلام صدی اول سے تا حال حدیثِ نابینا کو عمل میں لاتے رہے اور تا

---

[46] (سنن الترمذي، كتاب الدعوات، باب في دعاء الضيف، 5/ 531، الحديث3578، دار الكتب العلمية)

(سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في صلاة الحاجة، 1/ 442، الحديث1385، المكتبة العلمية)

(المستدرك على الصحيحين، كتاب الدعاء والتكبير والتهليل والتسبيح والذكر، دعاء رد البصر، 2/ 203، الحديث1952، دار المعرفة،سنة النشر: 1418هـ/ 1998م)

[47] (المعجم الصغير، باب الطاء، من اسمه طاهر، 1/ 184، الحديث481، دار الفكر، سنة النشر: 1418هـ/ 1997م)

قیامت عمل میں لاتے رہیں گے، اور حلِ مشکلات میں حدیثِ ہذا کو مجرب (آزمودہ) پایا۔ اور مخالفین کو بھی دعوتِ عام ہے کہ حدیثِ ہذا پر عمل کر کے حلِ مشکلات میں آزمایئے، لیکن ان غریبوں (مخالفین) کو "یا محمد" کہنے سے چڑ (نفرت) ہے، اس لیے وہ اسے آزمانے کے بجائے ہم غریبوں کو مشرک کہنے سے فراغت ہی نہیں رکھتے، تو پھر اسے پڑھیں گے کیا؟

نقشۂ نعلین کا وسیلہ اور فوائد: علماءِ کرام کا متفقہ (اجتماعی طور پر طے شدہ) فیصلہ ہے کہ سیدُ الکونین ﷺ کی ذاتِ اقدس کا وسیلہ تو بڑی چیز ہے، صرف آپ کی نعلینِ پاک کا نقشہ بنا کر بارگاہِ ایزدی میں وسیلہ پیش کیا جائے تو ہزاروں فوائدِ دنیوی واُخروی نصیب ہوتے ہیں۔ صرف اسی موضوع پر بڑے نامور محدثین نے بڑی تعظیم سے کتابیں لکھی ہیں اور ان میں اپنے تجربات تحریر فرمائے ہیں۔ تفصیل کُتُب و مصنفین فقیر نے اپنے رسالہ "فضائل نعل پاک" میں لکھ دی ہے۔ یہاں چند فوائد وحکایات عرض کردوں۔

(۱) حضرت علامہ محدث حافظ تلمسانی کتاب "فتح المتعال" میں فرماتے ہیں کہ اس نقشۂ مبارکہ کے منافع (فائدے) ایسے ظاہر و باہر (واضح ونمایاں) ہیں کہ بیان کرنے کی حاجت ہی نہیں۔ منجملہ ابو جعفر کہتے ہیں کہ میں نے ایک طالب علم کے لیے یہ نقشہ بنوایا۔ وہ ایک روز میرے ہاں آکر کہنے لگا کہ میں نے گزشتہ شب اس کی عجیب برکت دیکھی کہ میری بیوی کے اتفاقاً ایسا درد ہوا کہ قریب بہلاکت (موت کے قریب) ہوگئی۔ میں نے یہ نقشۂ شریف درد کی جگہ رکھ کر عرض کیا کہ یاالٰہی! مجھ کو صاحبِ نعلِ شریف کی برکت دکھلایئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت شفا عنایت فرمائی۔ [48]

فوائد: قاسم بن محمد کا قول ہے کہ اس نقشہ کی آزمائی ہوئی (تجربہ شدہ) برکت یہ ہے کہ جو شخص اس کو بطورِ تبرک اپنے پاس رکھے، ظالموں کے ظلم سے، دشمنوں کے غلبہ سے، شیطانِ سرکش سے، حاسد کی نظرِ بد (بری نظر) سے امن وامان میں رہے۔ اور اگر حاملہ عورت دردِ زہ کی شدت کے وقت اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں رکھے تو بفضلہ تعالیٰ اس کی مشکل آسان ہو۔ [49]

(۲) شیخ ابن حبیب النبی روایت فرماتے ہیں کہ ان کے ایک دنبل (پھوڑا) نکلا کہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ نہایت سخت درد ہوا، کسی طبیب کی سمجھ میں اس کی دوا نہ آئی۔ انہوں نے نقشِ شریف درد کی جگہ رکھ لیا، معاً (فوراً) ایسا سکون ہوگیا کہ گویا کبھی درد ہی نہ تھا۔

(۳) ایک اثر خود میر العین صاحبِ "فتح المتعال" کا مشاہدہ کیا ہوا ہے کہ ایک بار سفرِ دریائے شور کا اتفاق ہوا۔ ایک دفعہ ایسی حالت ہوئی کہ سب ہلاکت کے قریب ہوگئے، کسی کو بچنے کی امید نہ تھی۔ میں نے یہ نقشہ ملاح کو دے کر کہا کہ اس کے توسل کریں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے عافیت (سلامتی) عطا فرمائی۔ [50]

---

[48]) قَالَ تِلْمِيذُ الشَّيْخِ أَبِي جَعْفَرٍ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى: أَصَابَ زَوْجَتِي وَجَعٌ شَدِيدٌ كَادَ يَهْلِكُهَا فَجَعَلْتُ مِثَالَ النَّعلِ عَلَى مَوْضِعِ الْوَجْعِ وَقُلْتُ اللَّهُمَّ أَرِنِي بَرَكَةَ صَاحِبِ هَذَا النَّعْلِ، فَشَفَاهَا لِلْحِينِ.
(جواهر البحار في فضائل النبي المختار،ومنهم الإمام العلامة الشهاب أحمد المقري صاحب كتاب نفح الطيب المتوفى سنة 1041 هـ، ومن جواهره رحمه الله تعالى ،[فتح المتعال]، 3/ 199، دار الكتب العلمية بيروت، 2010م)

[49]) (جواهر البحار في فضائل النبي المختار،ومنهم الإمام العلامة الشهاب أحمد المقري صاحب كتاب نفح الطيب المتوفى سنة 1041 هـ، ومن جواهره رحمه الله تعالى ،[فتح المتعال]، 3/ 199، دار الكتب العلمية بيروت، 2010م)

[50]) قَالَ الشيخ ابو الْقَاسِمِ مَنْ أَمْسَكَهُ عِنْدَهُ مُتَبَرِّكًا بِهِ كَانَ لَهُ امَانًا مَنْ بغى البَغَاةَ وَغَلَبَةِ العَدَوَاتِ وَحِرْزًا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَارِد و عَيْنِ كُلِّ حَاسِدٍ وَ إِنْ أَمْسَكَتَ الْمَرْاءةُ الحَامِلُ بِيَمِينِهَا وَقَدْ اشتَرَ عَلَيْهَا الطَّلَقَ يَسَّرَ اللهُ أَمْرَهَا حُولَهُ وَقوَتَهُ (فتح المتعال في مدح النعال،الباب الرابع في سرد جملة من خواص الخ ،ص323، دار الكتب العلمية بيروت، 2006م)

(۴) محمد بن الجزری رحمۃ اللہ سے منقول ہے کہ جو شخص اس نقشِ شریف کو اپنے پاس رکھے، خلائق (لوگوں) میں مقبول رہے اور نبی کریم ﷺ کی زیارت سے خواب میں مشرف (سرفراز) ہو۔ اور یہ نقشِ شریف جس لشکر میں ہو، اس کو شکست نہ ہو گی؛ جس قافلہ میں ہو، لوٹ مار سے محفوظ رہے؛ جس اسباب (سامان) میں ہو، چوروں کا اس پر قابو نہ چلے؛ کشتی میں ہو، غرق (ڈوبنے) ہونے سے بچے؛ اور جس حاجت (ضرورت) میں اس سے توسل کریں، وہ پوری ہو۔ (51)

بعض بزرگوں کا فرمان ہے کہ جو شخص نعلِ پاک کا نقشہ اپنے پاس رکھے، اپنی ہر دلی مراد پر کامیاب رہے گا۔ اور جو شخص اس نقشۂ پاک کو تعویذ بنا کر پگڑی میں رکھے اس ارادہ پر کہ میرے جملہ امور (تمام کام) بآسانی طے ہوں، تو بفضلہ تعالیٰ وہ اپنی مراد کو پائے گا، بلکہ اپنے تمام انواعِ زمان سے ہمیشہ فائق (غالب) رہے گا، بلکہ دنیا میں اس کا ہم مرتبہ کوئی نہیں ہو سکے گا۔ کذا فی "المرتجی بِالْقُبُولِ فِي خِدْمَةِ قَدمِ الرَّسُولِ" اور کتاب " الْمُنْجِي بِالْقَبُولِ فِي خِدْمَةِ قَدَمِ الرَّسُولِ ﷺ. " میں علمائے محققین و صلحائے معتبرین نے بہت آثار و خواص و حکایات نقل کئے ہیں۔

قصائد: مشائخِ اسلام اور علمائے کرام نے نعلِ پاک کے مذکورہ بالا فوائد و فضائل پر مشتمل طویل قصائد لکھے ہیں۔ نمونہ کے طور پر ایک قصیدہ پیش ہے:

رَأَيْتُ مِثَالَ نَعْلِ الْمُصْطَفَىٰ..... الْمُسْنَدِ الوَضْعِ الصَّحِيحِ مُعَرَّفًا

یعنی جب دیکھا میں نے نقشِ نعلِ شریف حضرتِ مصطفیٰ ﷺ جس کی وضع (بناوٹ) سندِ صحیح (مستند روایت) سے بتلائی ہوئی ہے۔

فَمَسَحْتُ وَجْهِي بِالْمِثَالِ تَبَرُّكًا..... فَشُفِيتُ مِنْ وَقْتِي وَكُنْتُ عَلَىٰ شِفَا

یعنی تو میں نے مل لیا (مَسح کیا) اپنے چہرے پر اس نقشے کو تبرکاً، سو مجھ کو اسی وقت شفا ہو گئی، حالانکہ میں قریب ہلاکت (موت کے قریب) ہو گیا تھا۔

وَظَفِرْتُ بِالْمَطْلُوبِ مِنْ بَرَكَاتِهِ.....وَوَجَدْتُ فِيهِ مَا أُرِيدُ مِنَ الصَّفَا (52)

یعنی اور پہنچ گیا میں مطلب کو (اپنی مراد کو پالیا) اس کی برکتوں سے، اور پایا میں نے اس میں وہ کچھ جو میں چاہتا تھا، صفائی سے۔

قصیدہ رائیہ بر فوائدِ کثیرہ: سید بکری حریری رحمۃ اللہ علیہ نے نعلِ مقدس کے فضائل و فوائد میں ایک قصیدہ لکھا ہے جس کی ابتداء یوں فرمائی: "يَا سَائِلًا عَنْ وَصْفِ نَعْلِ الْمُصْطَفَىٰ" اس کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ اے نبی کریم ﷺ کی نعلِ پاک کا سائل! نعلِ پاک کے نقشہ کے متعلق علمائے کرام نے اتنے فضائل لکھے ہیں کہ جن کا شمار ناممکن ہے۔ بعض ان میں یہ ہیں: جو شخص اچھے اعتقاد (درست عقیدے) سے نعلِ پاک کو وسیلہ بنائے تو وہ ہر بیماری سے نجات پائے گا، اور بہت جلد ہی؛ لیکن بداعتقاد (غلط عقیدہ رکھنے والے) کو اس سے فائدہ نہیں ہو گا۔ اور جس گھر میں یہ نقشۂ پاک ہو گا، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ گھر امن و سلامتی پائے گا۔ بڑی بات یہ ہے کہ دردِ زہ کے وقت یہ نقشہ عورت کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے تو بچہ آسانی سے پیدا ہو گا، اور یہ مجرب (آزمایا ہوا) ہے۔ کوئی شخص اسے تعویذ بنا کر پگڑی میں رکھے تو لوگوں کی نگاہ میں معزز و مکرم ہو۔ اسے آزمایئے، فائدہ ہو گا، پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے۔ (53)

---

51) قَالَ بَعْضُ الْأَئِمَّةِ: مَنْ لَازَمَ حَمْلَهُ كَانَ لَهُ الْقَبُولُ التَّامُّ مِنَ الْخَلْقِ، وَلَا بُدَّ أَنْ يَزُورَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَصَرَّحَ الْأَئِمَّةُ غَيْرُ وَاحِدٍ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ فِي جَيْشٍ فَهُزِمَ، وَلَا فِي قَافِلَةٍ فَغِيرَتْ، وَلَا فِي سَفِينَةٍ فَغَرِقَتْ، وَلَا فِي مَتَاعٍ فَسُرِقَ.

(جواهر البحار في فضائل النبي المختار،ومنهم الإمام العلامة الشهاب أحمد المقري صاحب كتاب نفح الطيب المتوفى سنة 1041 هـ، ومن جواهره رحمه الله تعالى ،[فتح المتعال]، 3/ 199، دار الكتب العلمية بيروت، 2010م)

52) (فتح المتعال في مدح النعال،الباب الثالث في المقطعات والقصائد ،ص185، دار الكتب العلمية بيروت، 2006م)

53) (فتح المتعال في مدح النعال، حرف الهمزة ،وانشدني ايضا لنفسه من الوافر قوله ،ص148، مطبعة مجلس دائرة المعارف النظامية، 1915م)

نقشہ نعلینِ پاک کی کرامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جو بزرگوں نے آزمایا ہے کہ اس کے طفیل اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے گناہ معاف کرتا ہے۔ان فوائد کو سن کر کسی کو وہم (شک) بھی نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس مقدس نقشہ میں اس سے بھی زائد فوائد مضمر (پوشیدہ) فرمائے ہیں۔اگر تیرے دل میں نبی پاک ﷺ کی بزرگی کا یقین ہے تو اس کی تصدیق کرلے، ورنہ کسی کے نہ ماننے سے نقشۂ مبارکہ کی شان نہیں گھٹتی، بلکہ اس کا اپنا نقصان ہے۔ہاں، ضرورت مند تو بڑے بڑے حیلے (تدبیریں) کرتا ہے۔تجھے بھی اگر ضرورت ہے تو اچھے عقیدے کے ساتھ اس نقشِ مبارک کو آزما کے دیکھ، اور اسے بطورِ وسیلہ بارگاہِ حق میں معروضات پیش کر، پھر اس کریم کے الطاف (مہربانیاں) دیکھ۔[54]

نقشہ نعلِ پاک سے توسل کا طریقہ: بہتر ہے کہ آخر شب (رات کے آخری حصہ) میں اٹھ کر وضو کرکے تہجد جس قدر ہو سکے پڑھے۔اس کے بعد گیارہ بار درودِ شریف، گیارہ بار کلمۂ طیبہ، گیارہ بار استغفار پڑھ کر اس نقشہ کو باادب اپنے سر پر رکھے اور جنابِ باری تعالیٰ میں عرض کرے کہ الٰہی میں جس مقدس پیغمبر ﷺ کے نقشِ نعلِ شریف کو سر پر لیے ہوں، ان کا ادنیٰ درجے کا غلام ہوں۔الٰہی اس نسبتِ غلامی پر نظر فرما کر برکت اس نعلِ شریف کے میری فلاں حاجت پوری فرمایئے، مگر خلافِ شرع کوئی حاجت طلب نہ کرے۔پھر سر پر سے اس کو اتار کر اپنے چہرے پر ملے اور اس کو محبت سے بوسہ دے۔

اشعار ذوق وشوق عشقِ محمدی ﷺ پڑھے، ان شاءاللہ تعالیٰ عجیب کیفیت پائے گا۔

فقہاء کرام وصلحاء عظام: اہلِ اسلام خواص وعوام کے مسائل کا دار ومدار فقہاء کرام اور مشائخِ عظام پر ہے۔آخر میں فقیر ایک مشہور عالم، مفتی، اور ایک شہیدِ اسلام صوفی کا تجربۂ شرعی وعملی پیش کرتا ہے تاکہ انکار کی گنجائش نہ ہو۔

امام شامی قدس سرہ: ابنِ عابدین شامی کی فتاویٰ کی مشہور کتاب "ردالمحتار" میں ہے:

"أَنَّ الْإِنْسَانَ إِذَا ضَاعَ لَهُ شَيْءٌ وَأَرَادَ أَنْ يَرُدَّهُ اللهُ سُبْحَانَهُ عَلَيْهِ، فَلْيَقِفْ عَلَى مَكَانٍ عَالٍ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، وَيَقْرَأَ الْفَاتِحَةَ وَيُهْدِي ثَوَابَهَا لِلنَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ يُهْدِي ثَوَابَ ذَلِكَ لِسَيِّدِي أَحْمَدَ بْنِ عَلْوَانَ، وَيَقُولُ: يَا سَيِّدِي أَحْمَدُ يَا ابْنَ عَلْوَانَ، إِنْ لَمْ تَرُدَّ عَلَيَّ ضَالَّتِي وَإِلَّا نَزَعْتُكَ مِنْ دِيوَانِ الْأَوْلِيَاءِ، فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى يَرُدُّ عَلَى مَنْ قَالَ ذَلِكَ ضَالَّتَهُ بِبَرَكَتِهِ.."[55]

یعنی جس کسی کی کوئی چیز گم ہو جاوے اور وہ چاہے کہ خدا وہ چیز واپس ملادے تو کسی اونچی جگہ پر قبلہ کو منہ کرکے کھڑا ہو اور سورۃ الفاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہدیہ کرے، پھر سیدی احمد ابن علوان کو ثواب پہنچائے، پھر یہ دعا پڑھے: اے میرے آقا! اے احمد ابن علوان! اگر آپ نے میری چیز نہ دی تو میں آپ کو دفترِ اولیاء (اولیاء کی فہرست) سے نکال لوں گا۔پس خدا تعالیٰ اس کی گم شدہ چیز ان کی برکت سے ملادے گا۔

فائدہ: اس دعا میں سید احمد ابن علوان کو پکارا بھی، ان سے مدد بھی مانگی، ان سے گمی ہوئی چیز بھی طلب کی۔

یارسول اللہ انظر حالنا: علامہ یوسف ابن اسمعیل نبہانی فرماتے ہیں:

" وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْزُوقٍ الْبَيَانِيُّ: أُسِرَ رَجُلٌ مِنْ جَزِيرَةِ شَقْرٍ، وَسُقِّفَ بِالْحَدِيدِ، وَشُدَّ عَلَى صَدْرِهِ الْعَصَا، فَكَانَ يَسْتَغِيثُ وَيَقُولُ: يَا رَسُولَ اللهِ. فَقَالَ لَهُ كَبِيرُ الْعَدُوِّ: قُلْ لَهُ يُنْقِذُكَ. قَالَ: فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ هَزَّهُ شَخْصٌ، قَالَ لَهُ: ادْنُ. فَقَالَ لَهُ: مَا تَرَى مَا

---

54) (فتح المتعال في مدح النعال، حرف الهمزة ،وانشدني ايضا لنفسه من الوافر قوله ،ص148، مطبعة مجلس دائرة المعارف النظامية، 1915م)

55) (رد المحتار على الدر المختار ،كتاب اللقطة، حاشية في "فائدة"، 447،دار عالم الكتب ، الرياض، طبعة خاصة، 1423هـ/ 2003م)

أَنَا فِيهِ؟ فَأَذَّنَ حَتَّى بَلَغَ إِلَى قَوْلِهِ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، فَزَالَ مَا كَانَ عَلَى صَدْرِهِ مِنَ الْحَدِيدِ وَالْعَصَا، وَظَهَرَ بَيْنَ يَدَيْهِ بُسْتَانٌ، فَمَشَى فِيهِ، فَانْفَتَحَ لَهُ مَوْضِعٌ، فَدَخَلَ مِنْهُ إِلَى جَزِيرَةِ شَقْرٍ، وَاشْتَهَرَ أَمْرُهُ بِبَلَدِهِ.. "[56](حجۃ اللہ، ص۷۷۹)

یعنی ایک شخص کو جزیرہ میں مقید(قید) کر کے بیڑیوں میں باندھ کر مکان کو بند کر دیا گیا۔ وہ فریاد کرتے ہوئے کہتا: "یا رسول اللہ!" اس کا سب سے بڑا دشمن کہتا کہ رسول اللہ کہہ، وہ تجھے چھڑا کر لے جائے۔ اس وقت اس شخص کو جوش آگیا۔ اذان پڑھی۔ " أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ. "پر پہنچا کہ بیڑیاں چھٹ گئیں۔ قید خانہ سے باہر نکل کر دیکھا ایک باغ ہے، پھر وہاں جزیرۂ شقر میں پہنچ گیا۔ اس کا واقعہ شہروں میں مشہور ہو گیا۔

فریادرس اور قافلہ: (ازدفترسوم) یہ حکایت مولانا جلال الدین رومی کی مثنوی سے ہے:

اندر آن وادی گُروهی از عرب　　خشک شد از قحطِ باراں شان قرب

یعنی عرب کے ایک گروہ کا پانی خشک سالی کے سبب ایک وادی میں ختم ہو گیا۔

ناگہان آن مغیثِ هر دو کون　　مصطفیٰ پیدا شد از بہر و عون

یعنی ناگہاں وہ مغیثِ ہر دو کون(دونوں جہانوں کے مددگار) یعنی پیارے مصطفیٰ ﷺ مدد کے لیے نمودار ہوئے۔ ایک بہت بڑا قافلہ دیکھا جو دور سے آیا تھا۔

اشتراں شاں را زباں آویختہ　　حلق اندرریگ هر سو ریختہ

یعنی ان کے اونٹ پیاس کی شدت سے زبان لٹکائے ہوئے، اور لوگ ریت میں ادھر اُدھر منتشر(پھیلے) تھے۔

قافلہ والوں کی یہ پریشان حالی دیکھ کر رحمۃ للعالمین ﷺ کا دریائے رحمت جوش میں آگیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس ریت کے ٹیلے کی طرف جاؤ:

که سیاهے بر شترِ مُشک آورد　　وَ سوی میرِ خود بزودی می برد

یعنی کہ ایک حبشی غلام پانی کی مشک(پانی کی تھیلی) اونٹ پر لادے اپنے مالک کی طرف تیزی سے جا رہا ہے۔ اس کو مع اونٹ اور پانی کے میرے پاس لے آؤ۔ لوگ گئے تو حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق ایک حبشی کو اونٹ پر پانی لے جاتے دیکھا۔

پس بدو گفتند می خو اند ترا　　آن طرف خیر البشر خیر الوریٰ

یعنی لوگوں نے کہا: تجھے خیر البشر بلا رہے ہیں۔ حبشی نے کہا: میں انہیں نہیں جانتا۔ لوگوں نے اوصاف بیان کیے تو اس نے کہا: وہ تو جادوگر ہیں(معاذ اللہ) میں ایک قدم نہ جاؤں گا۔

کشاکشانش آوردند آن طرف　　او است درتشنیع و تف

یعنی لوگ اسے زبردستی حضور ﷺ کے پاس کھینچ لائے، وہ برا بھلا کہتا اور تھو تھو(تف) کرتا تھا۔

چوں کشیدندش به پیش آں عزیز　　گفت نوشید آب و بردارید نیز

یعنی جب اسے حضور ﷺ کے پاس لائے تو آپ نے فرمایا: حبشی کے مشکیزے سے سب لوگ پانی پئیں اور جتنا چاہیں لے جائیں۔ لوگوں نے پانی پیا، اپنے مشکیزے بھر لیے، اور اونٹ بھی سیراب(پانی سے آسودہ) ہو گئے۔

آگے مولانا رومی فرماتے ہیں:

---

56) (حجة الله على العالمين في معجزات سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم ،الفصل الأول فيمن استغاث به للمغفرة ونحوها ،561، دار الكتب العلمية-بيروت، لبنان، 2015م)

ایں کس دیدہ ست زیک مشکِ آب　　گشتِ چندیں مشک پُر بے اضطراب

یعنی کیا کسی نے دیکھا ہے کہ ایک مشک پانی سے بے شمار مشکیزے بھر جائیں؟

حضور ﷺ کا یہ معجزہ دیکھ کر لوگ حیران رہ گئے۔ پھر حضور ﷺ نے حبشی سے فرمایا:

ای غلام اکنوں نگر در مشکِ خویش　　تا نگوئی در شکایت نیک و بد

یعنی اے غلام! اب بھی اپنے مشکیزے کو دیکھ لے تاکہ بعد میں شکایت نہ کرے۔

آں سیہ حیراں شد از برہان　　می دمید از لا مکاں ایمان او

یعنی حبشی حضور ﷺ کے اس برہان (روشن دلیل/معجزہ) سے حیران ہو گیا اور اس کا ایمان لامکان (عالمِ غیب) سے طلوع ہوا، یعنی وہ مسلمان ہو گیا۔

مصطفیٰ دست مبارک بر رُخش　　آن زمان مالید، کرد او را فرُخش

یعنی حضور ﷺ نے اپنا دستِ مبارک اس کے چہرے پر پھیرا۔

شد سپید آن زنگی زادہ حبش　　ہمچو بدرِ روز روشن شد شبش[57]

یعنی وہ زنگی زادہ حبشی سفید (روشن چہرہ) ہو گیا، اور اس کا چہرہ بدر (چودھویں کے چاند) کی مانند روشن ہو گیا۔

حضور اقدس ﷺ کو ان کے ربِ کریم نے جس طرح یہ قوت عطا فرمائی کہ وہ دلوں سے کفر و جہالت کی تاریکی دور فرما کر انہیں منور (روشن) کر دیں، اسی طرح اس صاحبِ اختیار نبی کو یہ قوت بھی عطا ہوئی کہ جسم کی ظاہری بد شکلی اور کالے پن کو مٹا کر اسے حسین و جمیل (خوبصورت) بنا دیں، جیسا کہ حضور ﷺ نے حبشی کے سیاہ چہرے پر اپنا نورانی ہاتھ پھیر کر اسے روشن و تابناک (چمکدار) بنا دیا۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ (پس تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے)۔

معجزہ: امام احمد بن حنبل اور بزار نے عبد اللہ بن اوفی سے روایت کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک لڑکا آیا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، میں اور میری ایک بہن یتیم ہیں، میری والدہ بیوہ ہیں، آپ ہم کو کھلایئے، اللہ تعالیٰ آپ کو کھلائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارے گھر سے جو تم کو ملے لے کر میرے پاس آؤ۔ اس کو اکیس (۲۱) کھجوریں ملیں۔ اس نے ان کو آپ کے دستِ مبارک پر رکھ دیا۔ آپ ﷺ ان کھجوروں کو دہنِ مبارک کے قریب لے گئے، اور ہم نے دیکھا آپ نے دعائے برکت فرمائی۔ اور اس لڑکے کو فرمایا: یہ لو! سات تیری، سات تیری ماں کی، سات تیری بہن کی؛ ایک کھجور ایک دن کے لیے، تم سب کو سات دن کے لیے ہیں۔[58]

یا رسول اللہ ﷺ پکارنا: بعض لوگ "یا رسول اللہ" یا "یا حبیب اللہ" ﷺ کہنے کے منکر ہیں اور کہنے کو شرک قرار دیتے ہیں، اور کہنے والے کو مشرک گردانتے ہیں۔ اہلِ سنت و جماعت حضرات "یا رسول اللہ"، "یا حبیب اللہ" کے لفظِ ندا سے پیارے آقا و مولیٰ ﷺ کو پکارنا، یاد کرنا جائز قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ سرورِ کون و مکاں (دو جہانوں کے سردار)، شفیعِ مجرماں (گناہگاروں کے سفارشی)، وسیلۂ بیکساں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے خود اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو "یا محمد"، "یا رسول اللہ" کہنے کی اجازت عطا فرمائی ہے، جیسا کہ کُتبِ احادیث میں حدیثِ شریف درج ہے۔

---

[57] (ذکرِ رسول، مثنوی از خواجہ حامد یزدانی، ص112، مجلسِ ترقی ادب، 1986ء)

[58] (مسند الإمام أحمد، أول مسند الكوفيين، حديث عبد الله بن أبي أوفى رضي الله تعالى عنه، 4/ 382، الحديث 18919، دار إحياء التراث العربي، سنة النشر: 1414هـ/ 1993م)

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نابینا صحابی بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوااور عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعافرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بینائی عطافرمائے۔ توسرورِعالم ﷺ نے ارشادفرمایا: جاؤ، وضوکرواور دورکعت پڑھ کر یہ دعامانگو:

" اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَا مُحَمَّدُ، إِنِّي قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِتُقْضَى، اللَّهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ. "[59]

(جذب القلوب، ص ۲۲۰؛ سنن ابن ماجہ، ص ۱۰۰؛ جامع ترمذی، جلد ۲، ص ۱۹۷؛ طبرانی شریف؛ المستدرک علی الصحیحین، جلد ۱، ص ۵۱۹؛ صحیح ابن خزیمہ، جلد ۲، ص ۲۲۶، شفا، ج ۱، ص ۲۷۳)

یعنی اے اللہ تعالیٰ! میں تجھ سے سوال کرتاہوں اور تیری بارگاہ میں محمد نبیِ رحمت کے وسیلۂ مبارکہ سے متوجہ ہوتاہوں۔ یا محمد ﷺ! میں آپ کے وسیلۂ مبارکہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتاہوں اپنی اس حاجت میں کہ پوری ہوجائے۔ یارب! حضور کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

اس حدیثِ شریف سے معلوم ہوا کہ رحمتِ عالم ﷺ نے اپنی امت کو "یا محمد" اور "یا رسول اللہ" سے ندا کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ سیدُالمرسلین ﷺ تو "یا محمد"، "یا رسول اللہ" کہنے کی تعلیم دیں، مگر یہ لوگ اس کو شرک قرار دیں۔ اب خود ہی فیصلہ فرمالیں: کیا یہ اہلِ سنت ہیں یا کہ باغیِ سنت (سنت کے خلاف جانے والے)

امتِ محمدیہ کے جلیل المرتبت امام سلیمان بن احمد طبرانی علیہ الرحمۃ نے ایک روایت نقل کی ہے جس سے یہ ثابت ہوتاہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے امامُ الانبیاء ﷺ کے وصال (ظاہری انتقال) کے بعد بھی اس دعااور وظیفہ پر عمل جاری رکھااور اس کی تعلیم فرمائی۔ وہ روایت یہ ہے:

سیدنا صحابیٔ رسول حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ: سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کسی شخص کوامیر المؤمنین خلیفہ سوم (تیسرے خلیفہ)، خلیفۂ برحق سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک ضروری کام تھا، جو کہ پورا نہیں ہوتا تھا۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس کی طرف التفات (توجہ) نہیں فرماتے تھے۔ سائل نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا علاج (حل) دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ وضوکرکے دورکعت نمازپڑھ کر یہ دعاپڑھو: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَا مُحَمَّدُ، إِنِّي قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِتُقْضَى، اللَّهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ-"

اس کے بعد خلیفۂ وقت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جانا۔ چنانچہ اس نے ایساہی کیااور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دربان آگے بڑھااور اس کاہاتھ پکڑ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو خصوصی جگہ پر بٹھایا، اس کی حاجت پوچھی اور اسے پورا فرمایا۔ نیز فرمایا: جب تجھے کوئی حاجت پیش آئے تو میرے پاس آنا، میں اس کو پورا کردوں گا۔ سائل

---

59) (جذب القلوب الی دیار المحبوب [فارسی]، ص 191، مطبع منشی نول کشور، لکھنو، 1869ء)

(سنن الترمذي، كتاب الدعوات، باب في دعاء الضيف، 5/ 531، الحديث 3578، دار الكتب العلمية)

(سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في صلاة الحاجة، 1/ 442، الحديث 1385، المكتبة العلمية)

(المعجم الكبير، باب العين، من اسمه عثمان، عثمان بن حنيف الأنصاري، ما أسند عثمان بن حنيف، 9/ 31، الحديث 8311، مكتبة ابن تيمية – القاهرة)

(المستدرك على الصحيحين، كتاب الدعاء والتكبير والتهليل والتسبيح والذكر، دعاء رد البصر، 2/ 203، الحديث 1952، دار المعرفة، سنة النشر: 1418هـ/ 1998م)

(صحيح ابن خزيمة، كتاب الصلاة، جماع أبواب التطوع غير ما تقدم ذكرنا لها، باب صلاة الترغيب والترهيب، 1/ 603، الحديث 1219، المكتب الإسلامي، سنة النشر: 1424هـ/ 2003م)

(الشفا بتعريف حقوق المصطفى، الباب الرابع فيما أظهره الله على يديه منه المعجزات وشرفه به من الخصائص والكرامات وفيه ثلاثون فصلا، الفصل الحادي والعشرون ابراء المرضى وذوي العاهات، 1/ 618، دار الفيحاء، عمان – الأردن، الطبعة: الثانية، 1407 هـ – 1986)

خوشی و مسرت (خوش دلی) کے ساتھ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کہا: "جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا"۔ میں نے وہ دعا پڑھی اور میرا کام ہو گیا، حالانکہ اس سے قبل حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری طرف التفات نہیں فرماتے تھے۔[60] (طبرانی شریف، ص۱۸۳، ج۱، مطبوعہ مصر)

فائدہ: مندرجہ بالا روایت سے اظہر من الشمس (سورج سے زیادہ واضح) ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تابعین حضرات سرکارِ دو عالم ﷺ کے وصال (ظاہری انتقال) کے بعد بھی "یا محمد" اور "یا رسول اللہ" کو جائز قرار دیتے تھے، بلکہ مشکل اور پریشانی کے عالم میں "یا محمد" اور "یا رسول اللہ" پکارتے تھے، اور پکارنے سے ان کی مشکلات اور مصائب (تکلیفیں) حل ہو جاتے تھے۔ مگر آج کل یہ لوگ "یا محمد" اور "یا رسول اللہ" پکارنے والے کو مشرک قرار دیتے ہیں، اور پھر یہ دعویٰ کہ ہم اہلِ سنت و جماعت ہیں۔ (لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ)

صحابہ کرام اور تابعین کے اس مجرب وظیفہ کو محدثینِ عظام علیہم الرحمہ نے جب حدیث کی مستند کتابوں میں درج فرمایا، تو اس امتِ محمدیہ کے مشہور محدث ابن الجزری علیہ الرحمہ نے اپنی مشہور تصنیف لطیف "حصن حصین"[61] میں بھی اس وظیفہ کو مشکل، پریشانی اور حاجت طلب کرنے کے لیے پڑھنے کی ترکیب ارشاد فرمائی ہے۔

محدث ابن جزری رحمہ اللہ کا ارشاد: "(مَنْ كَانَتْ لَهُ ضَرُورَةٌ) فَلْيَتَوَضَّأْ فَيُحْسِنْ وُضُوءَهُ، وَيُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ يَدْعُو." جس کی کوئی ضرورت یا حاجت ہو، پس وہ اچھی طرح سے وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے، پھر یہ دعا کرے: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَا مُحَمَّدُ، إِنِّي أَتَوَجَّهُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِتُقْضَى لِي، اللَّهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ."[62]

یعنی اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی محمد ﷺ کے وسیلہ سے، جو نبیِ رحمت ہیں۔ اے محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ پوری کی جائے۔ اے اللہ! ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔[63]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عقیدہ: عبداللہ بن عمر کے بارے میں امام بخاری نے اپنی کتاب الادب المفرد میں نقل فرمایا ہے:

" خَدِرَتْ رِجْلُ ابْنِ عُمَرَ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: اذْكُرْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيْكَ، فَقَالَ: مُحَمَّدٌ.."[64] (الادب المفرد، ص۱۹۳، مطبوعہ مصر)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سن (بے حس) ہو گیا تو ایک شخص نے ان سے کہا کہ اس ہستی کو یاد کریں جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو۔ تو انہوں نے فرمایا: یا محمد (ﷺ)!

---

60) (المعجم الصغير للطبراني، باب الطاء، من اسمه طاهر، 1/ 306، الحديث508، المكتب الإسلامي / دار عمار – بيروت/ عمان، الطبعة: الأولى، 1405هـ – 1985م)

61) حصن حصین کے دیباچہ (ابتدائیہ) میں حضرت محدث ابن الجزری علیہ الرحمہ نے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ اس کتاب میں جو احادیثِ شریفہ جمع کی گئی ہیں وہ سب صحیح احادیث ہیں، اس میں کوئی ضعیف حدیث نہیں ہے۔ ابن الجزری کے اصل الفاظ یہ ہیں: وَأَخْرَجْتُهُ مِنَ الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ، أَبْرَزْتُهُ عُدَّةً عِنْدَ كُلِّ شِدَّةٍ، وَجَرَّدْتُهُ جُنَّةً تُقِي مِنْ شَرِّ النَّاسِ وَالْجِنَّةِ۔ اس کا ترجمہ نواب قطب الدہلوی علیہ الرحمہ نے یوں کیا ہے: میں نے اس کتاب کو صحیح حدیثوں سے نکالا، اور اسے ہر سختی کے وقت کے لیے سامان بنایا، اور اسے ایسی ڈھال بنایا جو آدمیوں اور جنوں کی برائی سے بچاتی ہے۔

(حصن حصین مترجم، ص۳) (اویسی)

(عدة الحصن الحصين من كلام سيد المرسلين صلي الله عليه وسلم لابن الجزري، ص33، غراس،الكويت – شارع الصحافة – مقابل مطابع الرأي العام التجارية)

62) (الحرز الثمين للحصن الحصين للملا علي القاري ، فيما يهم من عوارض وآفات في الحياة إلى الممات، 2/ 1061، بدون ناشر،الطبعة: الأولى، 1434 هـ – 2013 م)

63) (عدة الحصن الحصين من كلام سيد المرسلين صلي الله عليه وسلم لابن الجزري، صلاة الصفر والحاجة، ص68 إلي 69، دار الكتب العلمية ـ بيروت ـ لبنان)

64) (الأدب المفرد، باب ما يقول الرجل إذا خدرت رجله، ص536، مكتبة المعارف للنشر والتوزيع، الرياض، الطبعة: الأولى، 1419 هـ – 1998 م)

شفا شریف[65] **کی روایت**: قاضی عیاض نے اپنی مشہور کتاب "الشِّفَا بِتَعْرِيفِ حُقُوقِ الْمُصْطَفَىٰ. "میں روایت نقل فرمائی:

"وَرُوِيَ أَنَّ عَبْد اللهَّ بن عُمَرَ خَدِرَتْ رِجْلُهُ فَقِيلَ لَهُ اذْكُرْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيْكَ يَزُلْ عَنْكَ فَصَاحَ يَا مُحَمَّدَاهُ فَانْتَشَرَتْ "[66]

ترجمہ: روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں مبارک سن ہو گیا۔ ان سے کہا گیا کہ اس کا نام لو جو تمہیں سب سے زیادہ محبوب ہے تاکہ تکلیف دور ہو جائے۔ تو انہوں نے پکارا: یا محمداہ! پس پاؤں مبارک کھل گیا (یعنی تکلیف جاتی رہی)۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کا واقعہ: شاہ عبدالعزیز دہلوی لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ کے بھتیجے نے خواب میں اپنے چچا کو دیکھا کہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سونے کے تخت پر بیٹھے ہیں۔ اس خواب سے اس پر دہشت (خوف) طاری ہوئی اور وہم لاحق ہوا۔ تو قاضی عیاض نے فرمایا: "اے میرے بھتیجے! میری کتاب شفا کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور اسے اپنے لیے حجت (دلیل) بناؤ۔" گویا آپ نے اشارہ فرمایا کہ یہ مرتبہ اسی کتاب کی برکت سے ملا ہے۔[67]

ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ میں مذکور ہے: " ثُمَّ نَادَى بِشِعَارِ الْمُسْلِمِينَ، وَكَانَ شِعَارُهُمْ يَوْمَئِذٍ: يَا مُحَمَّدَاهْ. "[68] (البدایہ والنہایہ)

ترجمہ: پھر انہوں (صحابہ کرام علیہم الرضوان) نے مسلمانوں کا نعرہ لگایا اور اُس دن اُن کا نعرہ تھا: اے محمد!۔

ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے مجاہد کا یا محمد پکارنا: ابو عبیدہ بن الجراح کے متعلق فتوح الشام میں ہے کہ جب انہوں نے حضرت کعب بن حمزہ رضی اللہ عنہ کو ایک ہزار سوار دے کر قنرین کی طرف بھیجا تو ان کی لڑائی یوقنا سے ہوئی جس کے پانچ ہزار (۵۰۰۰) سپاہی تھے۔ جب دشمن نے بھرپور حملہ کیا تو اس وقت حضرت کعب بن حمزہ رضی اللہ عنہ پکار رہے تھے: يَا مُحَمَّدُ، يَا مُحَمَّدُ، يَا نَصْرَ اللهِ، انْزِلْ.[69]

یعنی اے محمد مصطفیٰ! اے محمد مصطفیٰ! اے اللہ کی مدد نازل ہو جا۔ تشریف لاؤ۔

---

65) مولوی ابراہیم سیالکوٹی نے شفا شریف کو بے نظیر کتاب قرار دیا ہے۔ (سراجِ منیر، ص ۵۰، ۶–۲۸ مئی ۱۹۴۲ء) (اُویسی)

قاضی سلیمان منصور پوری نے قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کے متعلق لکھا ہے کہ عیاض بن موسیٰ شہر سبتہ کے قاضی تھے اور فقہ، تفسیر، حدیث اور دیگر علوم کے امام شمار ہوتے تھے۔

(رحمۃ للعالمین، جلد ۲، ص ۳۵۰) (اُویسی)

سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ فنِ شمائل میں سب سے زیادہ ضخیم اور جامع کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ (قاضی عیاض) کی ہے، اور اس کی شرح نسیم الریاض في شرح الشفاء شہاب الدین خفاجی کی تصنیف ہے۔

(خطباتِ مدراس، ص ۶۲) (اُویسی)

(خطباتِ مدارس از سید سلیمان ندوی، ص 68، ادارہ مطبوعاتِ طلبہ، اے زیلدار پارک، اُچھرہ، لاہور)

66) (الشفا بتعريف حقوق المصطفى، الباب الثاني في لزوم محبته صلى الله عليه وسلم، فصل فيما روى عن السلف والأئمة (من محبتهم للنبى صلى الله عليه وسلم وشوقهم له)، 2/ 23، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان، عام النشر: 1399 هـ – 1979 م)

67) (بستان المحدثین فارسی، ص ۱۳۰، مطبوعہ دہلی) (بستان المحدثین [مترجم]، قاضی عیاض کی تالیفات کی فضیلت، ص 344، ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی، مئی 1976ء)

68) (البداية والنهاية، كتاب تاريخ الإسلام الأول، سنة إحدى عشرة من الهجرة مقتل مسيلمة الكذاب لعنه الله، 9/ 469، دار هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان، الطبعة: الأولى، (1417 – 1420 هـ))

69) (فتوح الشام، ذكر فتوح البهنسا ونزول الصحابة وقتل البطريق، 2/ 265، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1417 هـ – 1997 م)

محدث سیوطی[70] **اور ابن جوزی علیہما الرحمہ**[71]: نے تین مجاہدین کا ایک واقعہ اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے جو درج کیا جاتا ہے۔

حافظ ابن رجب نے اپنی کتاب طبقات ابن رجب میں ابن جوزی کے متعلق لکھا ہے کہ آپ کی بہت سی تصانیف (کتابیں) مختلف فنون میں ہیں، جیسے تفسیر، فقہ، حدیث، وعظ، دقائق (باریک مسائل) اور تواریخ (تاریخی علوم) وغیرہ۔ حدیث اور علومِ حدیث کی معرفت اور صحیح وضعیف احادیث کی واقفیت آپ پر ختم تھی (یعنی اس فن میں آپ نمایاں مقام رکھتے تھے)۔ آپ نے بے شمار احادیث روایت کیں اور چالیس برس سے زیادہ علم حاصل کیا۔[72] (طبقات ابن رجب)

شیخ سعدی بھی ابن جوزی کے شاگردوں میں شمار کیے گئے ہیں۔[73] (حاشیہ بوستان، ص ۱۸۰)

علامہ ذہبی نے اپنی مشہور کتاب تذکرۃ الحفاظ، ج ۴ میں لکھا: " كَانَ مِنَ الْأَعْيَانِ، وَفِي الْحَدِيثِ مِنَ الْحُفَّاظِ[74] ... ، وَمَا عَلِمْتُ أَحَدًا مِنَ الْعُلَمَاءِ صَنَّفَ مَا صَنَّفَ هَذَا الرَّجُلُ. "[75]

یعنی وہ اکابر میں سے تھے اور حدیث میں حفاظ میں شمار ہوتے تھے۔ میں نہیں جانتا کہ کسی عالم نے ان جیسی تصانیف (کثرت اور جامعیت کے اعتبار سے) کی ہوں۔

ماہنامہ الاسلام دہلی میں بھی مذکور ہے کہ محدث ابن جوزی کا شمار چھٹی صدی کے اکابر میں ایک عظیم اور جلیل القدر محدث اور خطیب کی حیثیت سے ہوتا ہے۔ ان کے ہاتھ پر ایک لاکھ سے زائد افراد نے توبہ کی اور ایک لاکھ سے زیادہ لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ (الاسلام دہلی، فروری ۱۹۵۶ء)

محدث ابن جوزی نے اپنی کتاب "عیون الحکایات" میں ابو علی ضریر سے روایت کیا ہے کہ ملکِ شام میں تین بھائی اپنے وقت کے بڑے بہادر اور پہلوان تھے۔ وہ ہمیشہ کفار کے خلاف جہاد کرتے تھے۔ شاہِ روم نے انہیں گرفتار کر لیا اور کہا: اگر تم دینِ نصرانی (عیسائی مذہب) قبول کر لو تو میں اپنا ملک تمہیں دے دوں گا اور اپنی بیٹیوں کی شادی بھی تم سے کر دوں گا۔ انہوں نے انکار کیا اور کہا: **یا محمداہ!** ہماری مدد فرمائیے۔[76]

---

70) علامہ عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے کہ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے حضور اکرم ﷺ کی حالت بیداری میں بالمشافہ پچھتر مرتبہ زیارت کی ہے۔
(میزان الکبری، ص ۴۴، مطبوعہ مصری) (اویسی)
(الميزان الكبري للشعراني، مقدمة الكتاب، فصل في بيان وجوب الرجوع الى ائمة المذاهب، 1/ 42، دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان)
مولوی اشرف علی تھانوی نے امام سیوطی علیہ الرحمہ کو بڑے بڑے علماء کی صف میں شمار کیا ہے۔ (طریقہ مولودی، ص ۱۱) (اویسی)
(طریقہ مولود شریف از اشرف علی تھانوی، ص 10، کتب خانہ رحیمیہ، ضلع سہارنپور)

71) ان لوگوں کے شیخ الاسلام اور مجدد ابنِ تیمیہ حضرت محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ کے بارے لکھتے ہیں کہ امام ابن جوزی جلیل القدر مفتی اور بڑے صاحب تصنیف وتالیف تھے اور بہت سے فنون میں آپ کی تصنیفات ہیں۔ یہاں تک کہ میں نے انہیں شمار کیا ہے تو انہیں ہزار سے بھی زیادہ پایا ہے۔ خصوصیت سے حدیث اور فنون حدیث میں آپ کی ایسی تصنیفات موجود ہیں کہ ان کی مانند شاید ہی کوئی تصنیف ہو۔ اور عمدہ تصنیف آپ کی وہ کتاب ہے۔ جس میں سلف کے حالات لکھے گئے ہیں۔ ہر بات کی تفصیل میں آپ ماہر تھے۔ اور لکھنے پر کمال درجہ کی دسترس حاصل تھی اور ہر فن میں لوگوں کی تصنیفات سے آپ کی تصنیفات بہت عمدہ اور معتبر ہیں۔ (الاعتصام، لاہور ص ۶-۲۹ فروری ۱۹۵۲ء) (اویسی)

72) (ذيل طبقات الحنابلة لابن رجب، وفيات المائة السادسة، 205 - عبد الرحمن بن علي (ابن الجوزي)، 1/ 399إلى 433، مطبعة السنة المحمدية - القاهرة، 1419 هـ - 1998 م)

73) شیخ سعدی اپنی گلستان میں علامہ ابن جوزی کے لئے "شیخ" کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ چندآنکه مراشیخ اجل ابو الفرج بن جوزی رحمة الله علیه تبرک سماع فرمودی الخ
(گلستان از شیخ سعدی [مترجم]، باب دوم در اخلاق دُرویشان، حکایت 19، ص 96، مکتبہ رحمانیہ، اقرا سینٹر، غزنی اسٹریٹ، اردو بازار، لاہور)

74) (تذكرة الحفاظ = طبقات الحفاظ للذهبي، الطبقة السابعة عشرة، 1098 - 2/ 17 - ابن الجوزي ، 4/ 95، دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان، الطبعة: الأولى، 1419 هـ - 1998 م)

75) (تذكرة الحفاظ = طبقات الحفاظ للذهبي، الطبقة السابعة عشرة، 1098 - 2/ 17 - ابن الجوزي ، 4/ 93، دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان، الطبعة: الأولى، 1419 هـ - 1998 م)

76) (المنتظم في تاريخ الملوك والأمم، باب ذكر خلافة الرشيد لإبن الجوزي، ذكر طرف [من] [3] وأخباره وسيرته، 8/ 329، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة: الأولى، 1412 هـ - 1992 م)

مدینہ منورہ کے لوگوں کا یا محمد، یا رسول اللہ کے نعرے لگانا

اُمتِ محمدیہ کے جلیل القدر اور عظیم المرتبت محدث علامہ ابن السنی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ [77] میں اس روایت کو متعدد سندوں سے بیان کیا ہے۔ اسی طرح امام نووی، جو صحیح مسلم کے شارح ہیں، نے اپنی کتاب الاذکار، صفحہ ۱۳۵ [78] پر یہ روایت نقل کی ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ [79] کا بیان: عبدالحق محدث دہلوی، جو برصغیر میں علمِ حدیث کی ترویج، تبلیغ اور اشاعت کرنے والی اولین (ابتدائی اور نمایاں) شخصیتوں میں شمار ہوتے ہیں، اور جنہیں بارگاہِ رسالت مآب ﷺ کی حضوری (زیارت کی سعادت) بھی حاصل تھی، انہوں نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں اس روایت کا ذکر فرمایا ہے۔

قاضی شوکانی اور وحید الزمان: قاضی شوکانی اور وحید الزمان نے بھی اپنی کتابوں تحفۃ الذاکرین [80] اور ہدیۃ المہدی [81] میں اس روایت کو درج کیا ہے اور اس کی صحت (درست ہونے) کی تصدیق کی ہے۔

مگر یہ حضرات اپنے دلوں میں سرکارِ دو عالم ﷺ کا حسد اور بغض اتنا رکھتے ہیں کہ اپنے بڑوں کی کتابوں میں درج کردہ روایات اور احادیث شریفہ پر بھی اعتبار نہیں۔

---

77) (عمل اليوم والليلة لابن السني، باب ما يقول لمن ذهب بصره، ص581، دار القبلة للثقافة الإسلامية ومؤسسة علوم القرآن - جدة / بيروت)

78) (الأذكار للنووي، كتاب الأذكار في صلوات مخصوصة، باب أذكار صلاة الحاجة، ص184، رقم الحديث:532، دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت – لبنان، طبعة جديدة منقحة، 1414 هـ - 1994م)

79) مولوی ابراہیم سیالکوٹی رقمطراز ہیں کہ "(شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ سے) مجھ عاجز (ابراہیم میر) کو علم و فضل اور خدمتِ علمِ حدیث اور صاحبِ کمالاتِ ظاہری و باطنی ہونے کی وجہ سے حسنِ عقیدت ہے۔ آپ کی کئی ایک تصانیف میرے پاس موجود ہیں جن سے میں بہت سے علمی فوائد حاصل کرتا رہتا ہوں۔" (تاریخ اہلِ حدیث، ص۳۹۸) (اویسی)

(تاریخ اہلِ حدیث از ابراہیم سیالکوٹی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، علمی خدمات، ص442، مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار، لاہور)

مشہور رائٹر حکیم عبدالرحیم اشرف ایڈیٹر المنبر لائلپور لکھتے ہیں کہ اللہ عزوجل کی حکمت نے تین عظیم المرتبت شخصیتوں کو پیدا فرمایا جو اس ظلمت کدہ میں اسلام کے مسخ شدہ (بگڑے ہوئے) چہرہ کو اپنی اصلی نورانیت (روشنی) کے جلویں پھر سے ظاہر کریں۔ ان حضرات نے قرآن و سنت کے خشک ستونوں کو از سرِ نو (دوبارہ) جاری کر دیا، اسلام کے عقائد کو اس شکل میں پیش کیا جو داعیٔ اسلام ﷺ کے زمانہ میں پیش کیے گئے تھے۔ علماءِ سوء کو بے نقاب (ظاہر) کیا گیا، ان کی اجارہ داری (یکطرفہ قبضہ) کو چیلنج کیا، اور واشگاف (واضح) کیا گیا کہ ان کے اقوال اس قابل تو ضرور ہیں کہ انہیں جڑ سے اکھاڑ پھینک دیا جائے، لیکن اس لائق ہرگز نہیں کہ انہیں اسلام کی تفسیر و تعبیر (تشریح و وضاحت) کے طور پر حجتِ شرعی (شرعی دلیل) بنایا جائے۔ یہ عظیم تجدیدی کارنامے جن تین پاکباز نفوس نے انجام دیئے، ان کے اسمِ گرامی یہ ہیں: اول: حضرت احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، جنہیں دنیائے اسلام مجددِ الفِ ثانی کے لقب سے یاد کرتی ہے۔ دوم: عبدالحق محدث دہلوی، جنہوں نے اس ملک میں حدیثِ نبوی کے علوم کو عام کیا۔ سوم: شاہ ولی اللہ دہلوی (احمد بن عبدالرحیم)، جنہیں عالمِ اسلام شاہ ولی اللہ کے نام سے پکارتا ہے۔ (الاعتصام ص۵، ۱۹ مارچ ۱۹۵۴ء) (اویسی)

اہلِ حدیث کانفرنس دہلی کے خطبۂ استقبالیہ میں ہے کہ دسویں صدی ہجری میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نشر و اشاعت (پھیلانے اور عام کرنے) قرآن و حدیث پر کافی توجہ فرمائی۔

(اہلحدیث امرتسر، ۲۱ اپریل ۱۹۴۴ء) (اویسی)

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ "بعض اولیاء اللہ ایسے بھی گزرے ہیں کہ خواب میں یا حالتِ غیبت (روحانی کیفیت) میں روزمرہ (روزانہ) ان کو دربارِ نبوی ﷺ میں حاضری کی دولت نصیب ہوتی تھی۔ ایسے حضرات صاحبِ حضوری کہلاتے ہیں۔ انہی میں سے ایک حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (علیہ الرحمہ) ہیں کہ یہ بھی اس دولت سے مشرف (سرفراز) تھے۔" (افاضات الیومیہ، ص۶، جلد۷) (اویسی)

(ملفوظاتِ حکیم الامت، ملفوظ 137: طریقِ باطن میں اصل مقصود اعمال ہیں، ص123، ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان، صفر المظفر، 1425ھ)

مولوی محمد دہلوی نے شیخ کو سیدی خاتم المحدثین والمحققین لکھا ہے۔ (اخبار محمدی دہلی، ص۷، ۱۵ جولائی ۱۹۴۳ء) (اویسی)

80) (تحفة الذاكرين بعدة الحصن الحصين للشوكاني، صلاة الضر والحاجة، ص211، رقم الحديث:532، دار القلم - بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1984م)

81) (هدیۃ المهدی از وحید الزمان، فصل انبیاء صالحین کا وسیلہ، وسلیہ کملی والے کا، ص92، چشتی کتب خانہ، جھنگ بازار، ارشد مارکیٹ، فیصل آباد، جنوری 1985ء)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عقیدہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عقیدہ مخالفین کے مجدد اور مفسر نواب صدیق حسن خاں بھوپالوی نے اس طرح درج کیا ہے کہ

"شرحبی کہتے ہیں کہ ایک بار پاؤں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا سُن ہو گیا۔ کہا: یا محمد، فی الفور کھل گیا۔" [82]

(الداء والدواء ص ۳۶)

صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا شعار اور طریقہ کار: صحابہ کرام علیہم الرضوان جنگوں میں اکثر یا رسول اللہ، یا نبی اللہ، یا محمد پکارا کرتے تھے، جیسا کہ "تاریخ ابن جریر"[83] میں ہے۔ سیدنا امام المحدثین امام مسلم علیہ الرحمۃ نے "باب الہجرۃ" میں حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل فرمائی ہے کہ جب سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، باعثِ تخلیقِ کائنات، منبعِ کمالات، جناب محمد مصطفیٰ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے،

" فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَوْقَ الْبُيُوتِ، وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَالْخَدَمُ فِي الطُّرُقِ، يُنَادُونَ: يَا مُحَمَّدُ، يَا رَسُولَ اللهِ، يَا مُحَمَّدُ، يَا رَسُولَ اللهِ. "[84] (صحیح مسلم شریف، ص ۴۱۹، جلد ۲)

یعنی پس چڑھ گئے مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر، اور پھیل گئے بچے اور غلام گلی کوچوں میں، پکارتے تھے: یا محمد، یا رسول اللہ، یا محمد، یا رسول اللہ۔

محدث سخاوی[85] علیہ الرحمہ: نے اپنی کتاب "مستطاب القول البدیع"[86] میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت ابو بکر محمد بن عمر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو بکر بن مجاہد علیہ الرحمۃ کے پاس بیٹھا تھا کہ حضرت شبلی علیہ الرحمۃ آئے، اور حضرت ابو بکر علیہ الرحمۃ کھڑے ہو گئے، معانقہ کیا اور پیشانی کو بوسہ دیا۔ میں نے کہا: "اے میرے سردار! آپ شبلی کے ساتھ یہ سلوک کرتے ہیں، حالانکہ آپ اور تمام بغداد کے باشندے خیال کرتے ہیں کہ وہ دیوانہ ہے۔" انہوں نے کہا: "اس کے ساتھ میں نے وہ سلوک کیا جو نبی پاک ﷺ کو کرتے دیکھا، کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ حضرت شبلی علیہ الرحمۃ سامنے آئے، تو آپ کھڑے ہو گئے اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ میں نے عرض کیا: 'یا رسول اللہ ﷺ! آپ شبلی کے ساتھ ایسی عنایت فرماتے ہیں؟' فرمایا: 'یہ نماز کے بعد "لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنفُسِكُمْ" (سورۃ التوبہ: ۱۲۸) پڑھا کرتا ہے۔ اور پھر مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے۔

---

82) (کتاب التعویذات المسمیٰ الداء والدواء از نواب صدیق حسن خان بھوپالی، پاؤں کا سُن ہو جانا، ص 47، طبع فی المطبع الشاہجہانی الکائن فی بھوپال تحت ادارہ الحافظ کرامۃ اللہ، 1305ھ)

83) (تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري، حوادث السنة الحادية العشرة بعد وفاة رسول الله، ذكر بقية خبر مسيلمه الكذاب وقومه من اهل اليمامه، 3/ 293، دار المعارف بمصر، الطبعة: الثانية 1387 هـ - 1967 م)

84) (صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقائق، باب في حديث الهجرة ويقال له حديث الرحل، 4/ 2310، الحديث 2009، دار إحياء الكتب العربية)

85) محدث سخاوی علیہ الرحمۃ امام المحدثین حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ کے شاگردِ رشید اور امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کے استاد بھائی تھے۔ شوکانی نے سخاوی کو امامِ کبیر تسلیم کیا ہے۔ عبدالوہاب عبد اللطیف، مدرس جامعہ الازہر، نے امام سخاوی کے بارے میں مندرجہ القاب لکھے ہیں: وَارِثُ عُلُومِ الْأَنْبِيَاءِ، الْفَرْدُ الْفَرِيدُ. ("مقدمۃ المقاصد الحسنہ") (اویسی)

(المقاصد الحسنة في بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة، ترجمة الحافظ السخاوي، ص 12، دار الكتب العلمية، 2006م)

86) "القول البدیع" محدث سخاوی علیہ الرحمۃ کی وہ کتاب ہے جس کے اکثر حوالہ جات مولوی ذکریا سہارنپوری نے اپنی کتاب "فضائلِ درود شریف" میں درج کیے ہیں۔ (اویسی)

دوسری روایت میں ہے کہ اس نے کوئی فرض نماز نہیں پڑھی، لیکن اس کے آخر میں "لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنفُسِكُمْ" آخر تک پڑھا اور تین دفعہ "صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّد ﷺ" کہا۔ حضرت ابو بکر محمد بن عمر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ پھر میں حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کے پاس گیا اور پوچھا کہ نماز کے بعد کیا ذکر کیا کرتے ہو؟ تو انہوں نے ایسا ہی بیان فرمایا۔[87] (القول البدیع، ص ۱۷۳)

ابن قیم[88] اور قاضی سلیمان منصور پوری[89]: جو کہ دیوبندی اور وہابی حضرات کی مقتدر شخصیتیں ہیں نے بھی اپنی اپنی کتاب میں یہ واقعہ درج کیا ہے۔

فائدہ: اگر حضور ﷺ کو لفظ "یا" سے پکارنا شرک ہوتا، تو رسول رب کائنات علیہ افضل الصلوۃ والتحیات والتسلیمات کبھی بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان کو یہ دعا نہ بتاتے، جس میں "یا محمد" کا لفظ آیا ہے۔ اگر "یا محمد، یا رسول اللہ" پکارنا شرک ہوتا تو سرکردہ صحابہ، جن میں سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان، میدانِ جنگ کے دوران کبھی بھی "یا محمد، یا رسول اللہ" نہ پکارتے اور نہ ہی اس کی تعلیم دیتے۔

جب صحابۂ کبار رضوان اللہ علیہم "یا محمد، یا رسول" پکارتے تھے تو اس پکار کو سننے والے بھی کئی صحابہ کرام علیہم الرضوان ہوتے تھے۔ حالانکہ احادیث شریفہ، سرکارِ دو عالم ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ اور پردہ فرما جانے کے بعد دونوں وقتوں میں، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا "یا محمد، یا رسول اللہ" پکارنا ثابت ہے۔ لیکن کسی صحابی کا ان کو منع کرنا ثابت نہیں۔ دنیا بھر کے لوگ کوئی ایسی حدیث پیش نہیں کر سکتے جس میں کسی صحابی نے دوسرے صحابی کو "یا محمد، یا رسول اللہ" پکارنے سے منع فرمایا ہو۔ پس، ان مستند محدثین کی مستند کتب احادیث سے ثابت ہوا کہ امام الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوۃ والسلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ عقیدہ تھا کہ "یا محمد، یا رسول اللہ" پکارنا جائز ہے۔ لہذا وہ لوگ جو اسے شرک کہتے ہیں، وہ اہل سنت و جماعت نہیں، بلکہ اہل سنت و جماعت وہی حضرات ہیں جو "یا محمد، یا رسول اللہ" پکارتے ہیں اور اس کے جواز کے قائل بھی ہیں۔

ہاتھ کٹا شیطان: ابن ساباط، بغداد کا نامی چور تھا۔ کوئی شریف آدمی اس کا نام سن کر انتہائی نفرت کا اظہار کیے بغیر نہ رہتا تھا۔ وہ اپنے پیشہ میں ایسا ماہر تھا کہ بیسیوں چوریاں کرنے کے باوجود قانون کی گرفت میں نہیں آیا تھا۔ لیکن آخر کار، ایک دن حکام نے اسے گرفتاری کر ہی لیا۔ قانون وقت کے مطابق اس کا ایک ہاتھ کاٹ دیا گیا، اور پھر اسے ناقابل اصلاح مجرم قرار دے کر مدتِ عمر کے لیے قید خانے میں بھیج دیا گیا۔ اہل بغداد اب اس کا ذکر "ہاتھ والے شیطان" یا "ایک ہاتھ کے شیطان" کے نام سے کرتے تھے۔ دس برس کی طویل زندگی قید خانے میں بسر کرنے کے بعد، ابن ساباط کسی طرح بھاگ نکلا اور قید خانے سے باہر آتے ہی اپنے قدیم پیشہ کو از سرِ نو شروع کرنے کا ارادہ کر لیا۔

---

87) (القول البديع في الصلاة على الحبيب الشفيع، الباب الخامس: في الصلاة عليه في أوقات مخصوصة، (بعد الفراغ من الوضوء)، ص177، دار الريان للتراث)

88) غیر مقلدین حضرات کے مولوی محمد صاحب دہلوی ابن قیم کو مجدد وقت لکھا ہے۔ (اخبار محمدی دہلی، ص ۱۵-۵ مئی ۱۹۴۲ء) (اویسی)

89) مولوی محمد دہلوی نے قاضی سلیمان منصور پوری کے بارے لکھا ہے کہ قاضی صاحب موصوف کا انداز بیان نہایت دلکش اور مدلل ہوتا تھا۔ (اخبار محمدی دہلی ص ۱۵-۱۵ جولائی ۱۹۴۲ء) (اویسی)
مولوی ثناء اللہ امرتسری نے قاضی سلیمان منصور پوری کو قابل مصنف لکھا ہے۔ (اہل حدیث امرتسر، ص ۲، نومبر ۱۹۴۳ء)
مولوی داؤد غزنوی لکھتے ہیں کہ قاضی سلیمان منصور پوری کے علم و تحقیق کی بلندیوں کو کوئی نہیں چھو سکا۔ (الاعتصام لاہور، ص ۳، یکم جولائی ۱۹۶۰ء)

ایک ہاتھ کے نقصان اور قید و بند کی طویل و پُر صعوبت زندگی نے اس کے مزاج اور کردار پر ذرا بھی اثر نہیں ڈالا۔ آزادی کی فضا میں سانس لیتے ہی چوری کی خواہش نے اسے بے تاب کر دیا، اور رات کا اندھیرا پھیلتے ہی وہ اپنی مہم پر چل کھڑا ہوا۔ ادھر ادھر پھرتے تین پہر رات گزر گئے، لیکن اسے کسی مکان میں داخل ہونے کا موقع نہ مل سکا۔ آخر کار، ایک وسیع حویلی نظر آئی جس کے چاروں طرف دور دور تک سناٹا تھا۔ اس حویلی کے وسط میں ایک بہت بڑا پھاٹک تھا۔ ابن ساباط پھاٹک کے پاس پہنچ کر رک گیا اور سوچنے لگا کہ اندر جانے کے لیے کیا طریقہ اختیار کرے۔ اسی سوچ بچار میں اس کا ہاتھ پھاٹک پر جا پڑا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔ اس نے آہستگی سے دروازہ پیچھے کی طرف دھکیلا اور اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک وسیع احاطہ تھا جس کے اندر چاروں طرف کمرے بنے ہوئے تھے، اور وسط میں ایک بڑا کمرہ تھا۔ ابن ساباط اس بڑے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا۔ اسے یقین تھا کہ یہ کسی بڑے امیر یا سوداگر کا مکان ہے۔ جب اس نے دروازے کو ہاتھ لگایا، وہ بھی پھاٹک کی طرح فوراً کھل گیا۔ کمرے میں داخل ہو کر ادھر ادھر نظر دوڑائی، تو اس نے قیمتی ساز و سامان سے بالکل خالی پایا۔ ایک طرف کھجور کے پتوں کی ایک پرانی چٹائی بچھی تھی، اس کے قریب چمڑے کا ایک تکیہ اور بھیڑ کی کھال کی چند ٹوپیاں پڑی تھیں۔ ایک گوشے میں پشمینہ کے موٹے کپڑے کے چند تھان بکھرے پڑے تھے۔

ابن ساباط نے ایسے معمولی سامان کو دیکھ کر جھلا اٹھا اور مکان کے مالک کو بے تحاشا گالیاں دینے لگا کہ اس احمق نے اتنے بڑے مکان میں کیسا گھٹیا کپڑا اور سامان رکھا ہوا ہے۔ بہر حال، مکان سے خالی ہاتھ جانا اسے منظور نہ تھا۔ اس نے پشمینہ کے تھانوں کی ایک گٹھڑی بنائی اور اسے باندھنے کی کوشش کی، لیکن ہزار جتن کے باوجود ایک ہاتھ سے صوف کے موٹے کپڑے کو گرہ نہ لگا سکا اور ہانپتا ہوا بیٹھ گیا۔ عین اس وقت دروازہ کھلا اور ایک شخص ہاتھ میں چراغ لیے کمرے میں داخل ہوا۔ خوف اور دہشت سے ابن ساباط کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اس نے داخل ہونے والے آدمی کو دیکھا۔ قد دراز، کمر خمیدہ اور جسم انتہائی نحیف تھا، جس پر ملکیت رنگ کی ایک لمبی قبا تھی اور سر پر بھیڑ کی کھال کی ایک کشادہ سیاہ ٹوپی تھی۔ اس قدر نحیف و نزار ہونے کے باوجود، اس کے چہرے پر عجیب طرح کا اطمینان اور نور تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایسی چمک تھی جس سے کوئی دوسرا شخص اثر پذیر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ اس نے کمرے میں داخل ہو کر چراغ ایک طرف رکھ دیا اور انتہائی شیریں آواز میں ابن ساباط سے مخاطب ہو کر کہا: "میرے بھائی! خدا تم پر رحمت کرے۔ یہ کام روشنی اور کسی ساتھی کی مدد کے بغیر انجام نہیں پا سکتا۔ دیکھو یہ چراغ روشن ہے اور تمہاری مدد کے لیے میں حاضر ہوں۔ اب ہم دونوں یہ کام اطمینان کے ساتھ کر لیں گے۔"

ابن ساباط حیرت سے اجنبی کے منہ کی طرف تک رہا تھا اور سمجھ نہ پا رہا تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اجنبی نے تھانوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور پھر ان کی الگ الگ دو گٹھڑیاں باندھ لیں۔ پھر اچانک اسے خیال آیا اور ابن ساباط سے مخاطب ہو کر کہا: "میرے بھائی! معاف کرنا، مجھے خیال ہی نہیں تھا کہ ایسا تھکا دینے والا کام کر کے تمہیں بھوک لگ رہی ہو گی۔ میں ابھی تمہارے لیے گرم گرم دودھ لاتا ہوں، اسے پی کر تم تازہ دم ہو جاؤ گے۔" اجنبی کمرے سے باہر گیا اور ابن ساباط عالمِ تحیر میں کھو گیا۔ یکا ایک اسے کوئی خیال آیا اور اس نے ماتھے پر ہاتھ مار کر کہا: "میں بھی کیسا احمق ہوں! اتنا بھی نہیں سمجھ سکا کہ یہ کوئی میرا ہی ہم پیشہ ہے۔ اتفاق سے آج ہم دونوں اس مکان میں جمع ہو گئے ہیں۔ یہ گھر کا بھیدی معلوم ہوتا ہے، اسے معلوم تھا کہ آج یہ مکان رہنے والوں سے خالی ہے، اسی لیے وہ روشنی کا سامان لے کر آیا۔ جب اس نے دیکھا کہ میں پہلے سے پہنچا ہوا ہوں تو اس سامان میں سے آدھے کا حق دار بننے کے لیے میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گیا۔"

اجنبی ہاتھ میں دودھ کا پیالہ لیے پھر کمرے میں داخل ہوا اور یہ کہہ کر پیالہ ابن ساباط کے ہاتھ میں پکڑا دیا: "پی لو! یہ تمہاری بھوک اور تھکان کو دور کرے گا۔" ابن ساباط نے دودھ کا پیالہ خالی کر دیا اور پھر کڑک کر اجنبی سے کہا: "دیکھو، میں تم سے پہلے پہنچ گیا تھا، اس لیے ہمارے پیشہ کے اصول کے مطابق

تمہارا اس مال پر مطلق کوئی حق نہیں۔ تاہم تم نے مال سمیٹنے میں جس مستعدی کا ثبوت دیا ہے، اس کے پیش نظر میں تمہیں تھوڑا بہت مال دے دوں گا۔ چلو اب گٹھڑیاں اٹھائیں اور چلیں۔"

اجنبی مسکرایا اور شفقت آمیز لہجے میں کہا: "میرے بھائی! تم میرے حصے کا خیال کر کے کیوں اپنا دل میلا کرتے ہو؟ میں تم سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کروں گا۔ تمہارا ایک ہاتھ ہے، یہ چھوٹی گٹھڑی تم اٹھالو، اور بڑی گٹھڑی میں اٹھالیتا ہوں۔ جہاں تم کہو میں پہنچادوں گا۔" بن ساباط نے کہا: "بس ٹھیک ہے، تمہیں مجھ سے بہتر سردار سارے ملک میں نہیں مل سکتا۔ میں چھوٹی گٹھڑی اٹھالیتا ہوں اور تم بڑی گٹھڑی اٹھا کر میرے آگے آگے چلو۔" نحیف البجثہ اجنبی نے پورا زور لگا کر بڑی گٹھڑی کمر پر لادلی۔ اس کی خمیدہ کمر اس کے بوجھ سے اور بھی خمیدہ ہو گئی، اور وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے ابن ساباط کے آگے آگے چل پڑا۔ ابن ساباط کو بہت عُجلت (جلدی) تھی، بار بار اجنبی کو ٹھوکے دیتا کہ تیز چلو۔ اجنبی کئی بار ٹھوکر کھا کر گر گیا، پھر اٹھ کھڑا ہوا اور ہانپتا کانپتا پھر تیز قدم اٹھانے لگا۔ ایک جگہ چڑھائی تھی، اجنبی کو بھاری بوجھ کی وجہ سے سخت مشکل پیش آئی اور وہ بے اختیار گر پڑا۔ ابن ساباط نے اس پر گالیوں کی بوچھاڑ کی اور پھر اس کی کمر پر زور سے لات رسید کی، اجنبی جوں توں کر کے اٹھ کھڑا ہوا اور ابن ساباط سے معذرت کرنے لگا۔ ابن ساباط نے گٹھڑی پھر اس کی پیٹھ پر رکھ دی اور دونوں چلتے چلتے شہر سے دور ایک پرانے کھنڈر میں پہنچے، جہاں ابن ساباط کی پناہ گاہ تھی۔

انہوں نے اپنی گٹھڑی باہر رکھ کر کھنڈر کی دیوار سے اندر کودا، اور اجنبی نے دونوں گٹھڑیاں باہر سے اندر پھینک دیں۔ اس وقت چاند کی روشنی میں ابن ساباط نے اطمینان سے اجنبی کے چہرے پر نظر ڈالی، جو ہانپ رہا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ اجنبی کے چہرے پر نور کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں۔ یکایک وہ ملکوتی تبسم کے ساتھ یوں گویا ہوا: "میرے بھائی! یہ مال تمہیں مبارک ہو، یہ مکان اور مال تجھے خوشی سے بخشا گیا ہے۔ افسوس کہ تمہاری خاطر کافی خدمت نہ کر سکا، راستے میں اپنی کمزوری اور سستی کی وجہ سے تمہیں پریشانی ہوئی، خدا کے لیے مجھے معاف کر دو۔ اب میں تم سے رخصت چاہتا ہوں۔"

اجنبی یہ کہہ کر تیزی سے شہر کی طرف روانہ ہو گیا، لیکن اس کے الفاظ ابن ساباط کے دل میں نقش ہو گئے۔ سیاہ کاری کے اس پتلے کے دل و دماغ کو اجنبی کے محیر العقول حسنِ سلوک نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ ابن ساباط سوچ رہا تھا کہ کیا دنیا میں ایسے انسان بھی ہوتے ہیں؟ میں نے اسے کیا سمجھا اور اس کے ساتھ کیا سلوک کیا، اور اس نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا۔

یہ سوچتے سوچتے اس کا دماغ ماؤف ہو گیا۔ ضمیر کی خَلِش نے اسے بے چین کر دیا اور سپیدہ سحر نمودار ہوتے ہی اجنبی کی تلاش کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ اب اس کے دل میں کسی کا خوف نہیں تھا، بس یہی آرزو تھی کہ اس اجنبی کے قدموں پر سر رکھ دے۔ رات والا مکان ڈھونڈنے میں اسے کوئی دقت نہ ہوئی۔ باہر کھڑے ہو کر ایک شخص سے پوچھا کہ یہ کس تاجر کا مکان ہے؟ اس شخص نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور کہا: "میاں، تم مسافر معلوم ہوتے ہو۔ یہاں کسی تاجر کا کیا کام؟ یہ تو شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی قیام گاہ ہے۔" ابن ساباط نے یہ نام سن رکھا تھا، لیکن شیخ کا صورت آشنا نہ تھا۔ پھاٹک سے اندر داخل ہوا اور دیکھا کہ سامنے والے بڑے کمرے کا دروازہ کھلا ہے۔ چٹائی پر تکیہ سے سہارا لگائے وہی رات والا اجنبی بیٹھا تھا، اور اس کے سامنے چالیس آدمی مودبانہ انداز میں بیٹھے تھے۔ ابن ساباط ٹھٹک کر وہیں کھڑا ہو گیا۔

اتنے میں مسجد سے آذان کی آواز آئی۔ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور سب چلے گئے۔ شیخ بھی اٹھے، قدم باہر رکھا، ابن ساباط روتا ہوا ان کے قدموں پر گر گیا۔ اس کے آنسوؤں نے اس کے دل کی ساری سیاہی دھو ڈالی۔

شیخ نے نہایت محبت اور شفقت سے اس کو زمین سے اٹھایا اور گلے لگا لیا۔ ابن ساباط کے دل کی دنیا بدل چکی تھی۔ دوسروں نے جو راہ برسوں میں نہیں طے کی تھی، ابن ساباط نے وہ چند لمحوں میں طے کر لی۔ وہ شیخ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گیا اور ان کے فیضِ صحت سے ہاتھ کٹے شیطان کے بجائے ابن ساباط رحمۃ اللہ علیہ اہل اللہ میں شمار ہو گیا۔ جس شخص کو چالیس سال تک دنیا کی ہولناک سزائیں نہ بدل سکیں اس کو ایک مردِ خدا کے حُسن اخلاق اور قربانی سے چند ساعتوں میں خاصانِ خدا کی صف میں شامل کر دیا۔[90]

تَمَّ الْکِتَابُ بِفَضْلِ اللهِ الْوَهَّابِ.

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاول پور، پاکستان

[90] (درسِ وفا از ابوالکلام آزاد، ص 13، مطبوعہ: اعلیٰ پرنٹنگ پریس، ناشر: نیو تاج آفس، دہلی)